www.mohaddis.com

321

مدیر اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

جون ۲۰۰۸ء

"تصویر نمبر"

۲ الیکٹرونک میڈیا پر تصویر کا شرعی حکم
۴۴ حرمتِ تصویر کی وجوہات اور دورِ حاضر
۸۳ جدید میڈیا کا دین کیلئے استعمال

مجلس التحقیق الاسلامی

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ
محدث
لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اَعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر ربینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

30

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ **محدّث** لاہور پاکستان

مدیر: حافظ حسن مدنی
0333-4213525

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی

جلد ۴۰ رشمارہ ۶ ـــــ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۹ھ ـــــ جون ۲۰۰۸ء

فہرست مضامین

"مسئلہ تصویر" پر مذاکرہ علمیہ

تصویر کا شرعی حکم: ایک تقابلی جائزہ — حافظ حسن مدنی — ۲

مسئلہ تصویر — حافظ عبدالعزیز علوی — ۲۵

الیکٹرونک میڈیا اور اس کا استعمال — حافظ صلاح الدین یوسف — ۳۳

تصویر کی شرعی حیثیت اور تبلیغ دین — مولانا محمد رمضان سلفی — ۴۰

حرمتِ تصویر کی وجوہات اور دورِ حاضر — مولانا محمد شفیق مدنی — ۴۴

مسئلہ تصویر اور دورِ حاضر — حافظ عبدالرحمن مدنی — ۵۹

تبلیغ دین کے لئے تصویر و ویڈیو کا حکم — مولانا عبدالمالک — ۷۷

الیکٹرونک میڈیا کا دین کیلئے استعمال — مولانا محمد یوسف خاں — ۸۳

متعدد علمائے کرام کے مختصر خطابات [مولانا رشید میاں تھانوی — ۹۶
حافظ صلاح الدین یوسف، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، موقف حزب الاحناف]

حدیثِ دل

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا — پروفیسر ثریا علوی — ۱۰۳

تذکرۃ المشاہیر

مغیرہؓ بن شعبہ کا قبولِ اسلام — عمر فاروق سعیدی — ۱۲۳

☆ قرآنِ کریم کی آیات کی صحیح تعداد — مراسلہ از محمد سرور — ۱۲۷

زرِ سالانہ
=/۲۰۰ روپے

فی شمارہ =/۲۰ روپے

بیرونِ ملک

زرِ سالانہ
=/۲۰ ڈالر

فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404

Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدّث کتاب و سنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے اِدارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

الیکٹرونک میڈیا پر تصویر کا شرعی حکم ؛ تقابلی جائزہ

موجودہ دور ترقی، انقلابات، میڈیا اور اطلاعات کا دور ہے۔ اگرچہ ایک صدی قبل انسان نے بجلی، فون، ایندھن، نقل وحمل اور مواصلات کے دوسرے ذرائع دریافت کر لئے تھے، تاہم دریافت وایجاد کے اس سفر میں جو کامیابی اور تیزی گذشتہ چند برسوں میں دیکھنے میں آئی ہے، اس کی تیز رفتاری نے واقعتاً عقل کو حیران وپریشان کردیا ہے۔ آج سے کم وبیش ۱۵، ۲۰ برس قبل کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے تو گویا ہر چیز بدل کے رکھ دی ہے۔ اور ہر آنے والا دن اس میں کئی گنا اضافہ کررہا ہے۔

میڈیا کی اس تیز رفتاری اور ترقی سے بہت سے نئے مسائل نے جنم لیا ہے جن میں ایک اہم مسئلہ ہردَم بڑھتے ٹی وی چینلوں کا بھی ہے۔ پاکستان میں کیبل ٹی وی کے بعد اور مشرف حکومت کی نرم میڈیا پالیسیوں کے سبب پاکستانی قوم اس وقت ٹی وی چینلوں کے ایک طوفانِ بلاخیز سے دوچار ہے۔ پاکستان کے تین درجن کے لگ بھگ ملکی ٹی وی چینلوں میں ایک تہائی تعداد درجہ اوّل کے چینلز کی ہے مثلاً 'جیو' کے تین چینل، 'اے آر وائی' کے دو چینل، نوائے وقت کا 'وقت' چینل، 'آج' ٹی وی، 'بزنس پلس'، 'ایکسپریس نیوز' اور 'ڈان نیوز' وغیرہ۔ باقی درجہ دوم اور سوم کے چینلز بھی اتنی ہی تعداد میں موجود ہیں جن میں مذہبی چینلز بھی شامل ہیں۔ یہ سب چینل محض گذشتہ ۳ سے ۵ برس کے دوران وجود میں آئے ہیں۔ ان چینلوں کو باہمی مقابلہ اور عوام میں مقبولیت کے لئے جہاں رقص وموسیقی کے بے ہنگم پروگرام پیش کرنے ہوتے ہیں جس سے روز بروز موج مستی اور عیش پرستی کو فروغ حاصل ہورہا ہے، وہاں عوام کے رہے سہے دینی جذبہ کی تسکین کے لئے اُنہیں برائے نام ایسے علماے دین کی ضرورت بھی ہوتی ہے، جو عالم دین کہلانے کی بجائے 'اخلاقی ماہرین Ethical Experts' اور 'سکالرز' کہلوانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پردۂ سکرین کی مخصوص ضروریات اور ماحول کے تقاضوں کو یوں بھی حقیقی عالم

www.KitaboSunnat.com

دین تو پورا نہیں کرسکتا نتیجتاً 'ضرورت ایجاد کی ماں ہے' کے مصداق ایسے 'دینی ماہرین' کی ایک فوج ظفر موج وجود میں آچکی ہے جو کسی دینی درسگاہ سے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہونے کی بجائے عوام کے دینی جذبات کا خوبصورت الفاظ میں استحصال کرنے کی صلاحیت سے تو مالا مال ہوتے ہیں تاکہ عوام کی دین سے وابستگی کے فطری جذبہ کی بھی تسکین ہوسکے اور ہر دم بدلتی نئ دنیا کے تقاضے بھی پورے ہوتے رہیں۔ ان نام نہاد دینی پروگراموں کے معیار کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عین پروگرام سے قبل مرد وزَن کے اختلاط کے مناظر بھی ٹی وی پر چلتے رہتے ہیں، دورانِ پروگرام فحش ٹی وی اشتہارات بھی اور پس منظر میں دھیمے سروں کی موسیقی بھی، ان چیزوں کے جلو میں عوام کو دینی رہنمائی بھی حاصل ہوتی رہتی ہے۔

ٹی وی چینلوں کی مقبولیت اور عوام میں ان کی اثر پذیری کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے کئی ایک 'مذہبی' سکالروں کی مقبولیت اسی پردۂ سیمیں کی مرہونِ منت ہے اور محض اسی سبب وہ اسلامیانِ پاکستان کے مذہبی قائد و رہنما کے منصب و اِعزاز پر براجمان ہیں جبکہ ان کے پندارِ علم اور دینداری کا یہ عالم ہے کہ طبقہ علما میں نہ تو ان کی ذات کو کوئی اچھا تعارف حاصل ہے اور نہ ہی اُن کے پایۂ علم کو مستند خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جدید میڈیا کی کرشمہ سازیوں کے سبب عوامِ پاکستان کی دینی بساط اب مسجد و مدرسہ سے نکل کر اسی ٹی وی سکرین کی مرہونِ منت ہوچکی ہے جس پر حیا باختہ اداکارائیں بھی مختصر لباس میں جلوہ افروز ہوتی ہیں۔

ہر لمحے تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے اس ماحول اور زوال پذیر معاشرتی صورتحال کو ہر دردمند مسلمان بری طرح محسوس کرتا ہے۔ اور اسی تناظر میں ہر صاحبِ فکر یہ توقع کرتا دکھائی دیتا ہے کہ منبر ومحراب کے حقیقی وارث علماے کرام بھی اَب روایتی اُسلوبِ دعوت وتربیت سے آگے بڑھتے ہوئے ان ٹی وی چینلوں کے ذریعے ان کے مذہبی رجحانات کی تشفی کریں۔ یہاں یہ بنیادی نکتہ ان کی نظر سے اوجھل ہوجاتا ہے کہ جب دین کی مقدس تعلیم کو بھی مقصد وہدف سے قطع نظر ٹی وی چینل کے مالک کے جذبہ حصولِ منفعت کے پیش نظر ابلاغ کی لہروں کے سپرد کیا جائے گا تو منبر نبویؐ کا یہ مقدس مشن کیسے لوگوں کے سپرد ہوگا اور عوام کی دینی تعلیم

www.KitaboSunnat.com

وتدریس کی کون سی نوعیت اربابِ ابلاغ کے ہاں مطلوب ومعتبر قرار پائے گی......؟
یہ ہے ٹی وی پر تبلیغ دین کے موجودہ داعیہ کا پس منظر جس کی راہ میں اکثر وبیشتر اسلام کی رو سے مسئلہ تصویر حائل ہوتا رہا ہے۔ محتاط اور جید علماے کرام اس بنا پر ہمیشہ ٹی وی پر آنے سے گریز کرتے رہے ہیں۔ یوں بھی ٹی وی کی سکرین جس طرزِ استدلال اور عاقلانہ معروضیت کی متقاضی ہے، ایمان وایقان کے اُسلوب میں ڈھلے اعتقادات ونظریات اس سے یکسر مختلف روحانی ماحول میں ہی پروان چڑھ سکتے ہیں۔ بہرطور اس ضرورت کے سبب اور درپیش حالات میں رونما ہونے والی تیز رفتار تبدیلی کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ تصویر پر علماے کرام میں کئی بار یہ موضوع اُٹھایا گیا جس کے نتیجے میں کئی ایک مذاکرے اور مباحث منعقد ہوتے رہے۔

مسئلہ تصویر پر جملہ مکاتبِ فکر کا نمائندہ مذاکرہ

ماضی میں جب بھی کسی مذہبی جماعت نے عامۃ المسلمین میں دینی دعوت کو توسیع دینے کا سوچا تو سب سے پہلے اسی مسئلہ تصویر پر ایک معرکہ اُنہیں طے کرنا پڑا، چنانچہ ۸۰ء کے عشرے میں جماعتِ اسلامی میں یہ مسئلہ پیدا ہوا اور اُنہوں نے ایک موقف پر اطمینان حاصل کیا۔ حالیہ میڈیا پالیسی کے بعد ٹی وی چینلوں کی بھرمار کے اِنہی دنوں میں جب دین کے نام لیوا بعض حلقوں نے ٹی وی کو اپنی جہد وکاوش کا مرکز بنانا چاہا تو 'تصویر کے مسئلہ' پر اُنہوں نے بھی ایک 'باضابطہ' موقف اختیار کیا، اب جب مدارس ومساجد سے وابستہ علماے کرام کے معاشرتی کردار کو مزید مؤثر کرنے پر غور وخوض ہوا تو یہی مسئلہ سب سے پہلے اَساسی توجہ کا طالب ٹھہرا۔ اس اعتبار سے مسئلہ تصویر جدید میڈیا کے اس دور میں انتہائی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

گذشتہ برس جملہ مکاتبِ فکر کی سرکردہ علمی شخصیات پر مشتمل 'ملی مجلس شرعی' کے نام سے ایک مستقل پلیٹ فارم تشکیل دیا گیا تھا جس کا ہدف یہ تھا کہ ''فروعی اختلافات سے بالاتر رہتے ہوئے عوام الناس کو اسلام کی روشنی میں درپیش جدید مسائل کا حل'' پیش کیا جائے۔ اس مجلس شرعی کے تاسیسی اجلاس (منعقدہ جامعہ نعیمیہ، لاہور) میں بھی سب سے پہلے یہی 'مسئلہ تصویر' ہی موضوعِ بحث بنا۔ 'ملی مجلس شرعی' کا دوسرا اجلاس جامعہ اشرفیہ، لاہور میں ۴؍نومبر ۲۰۰۷ء کو منعقد ہوا تو اس میں اس مسئلہ کے بنیادی خطوط پر سرسری تبادلہ خیال کیا گیا اور وہیں وسیع

www.KitaboSunnat.com

پیمانے پر علما کا ایک نمائندہ اجلاس بلانے کا بھی فیصلہ ہوا۔

چنانچہ اِمسال ۱۳؍اپریل کو 'ملی مجلس شرعی' کے پلیٹ فارم سے جملہ مکاتبِ فکر کا ایک وسیع سیمینار مفتی محمد خاں قادری صاحب کی درسگاہ جامعہ اسلامیہ،ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور میں منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں تین مجالس بالترتیب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور)، مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی (مہتمم جامعہ لاہور الاسلامیہ [رحمانیہ]) اور مولانا حافظ فضل الرحیم (مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور) کے زیر صدارت منعقد ہوئیں جس میں

بریلوی مکتبِ فکر سے

۱۔مفتی محمد خاں قادری، مہتمم جامعہ اسلامیہ،ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

۲۔ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری، مہتمم جامعہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور

۳۔مفتی شیر محمد خاں، شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ

۴۔مفتی غلام حسین، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ خیر المعاد، ملتان

دیوبندی مکتبِ فکر سے

۱۔مولانا رشید میاں تھانوی، مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

۲۔قاری احمد میاں تھانوی، نائب مہتمم دار العلوم اسلامیہ، لاہور

۳۔مولانا محمد یوسف خاں، اُستاذِ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۴۔مولانا عتیق الرحمٰن، مہتمم جامعہ عبد اللہ بن عمر، لاہور

۵۔مفتی محمد طاہر مسعود، مہتمم جامعہ مفتاح العلوم، سرگودھا

اور اہل حدیث مکتبِ فکر سے

۱۔مولانا حافظ عبد العزیز علوی، شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

۲۔حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر ترجمہ وتحقیق، دار السلام، لاہور

۳۔مولانا محمد رمضان سلفی، نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ [رحمانیہ]

۴۔مولانا محمد شفیق مدنی، اُستاذِ حدیث وفقہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

اور شیخ الحدیث مولانا عبد المالک (مہتمم مرکزِ علوم اسلامیہ، منصورہ) وغیرہ نے اس موضوع پر

www.KitaboSunnat.com

اپنے قیمتی خیالات پیش کیے، جبکہ علماء اور فاضلینِ مدارس کی ایک بڑی تعداد بھی سیمینار میں شریک ہوئی۔ اجلاس کے داعی ڈاکٹر محمد امین نے نقابت کے فرائض انجام دیے۔ یوں تو اجلاس میں تمام خطابات ہی بڑے علمی، استدلال سے بھرپور اور پرمغزو بامقصد تھے......جن کی ریکارڈنگ 'ملی مجلس شرعی' کے سیکرٹری ڈاکٹر محمد امین صاحب سے حاصل کی جاسکتی ہے......لیکن ان میں ایسے خطابات جو مختلف مکاتبِ فکر کے نمائندہ اور متنوع رجحانات کی عکاسی کرتے تھے، ادارۂ محدث نے بقدرِ استطاعت اُن کو مدوّن کرکے یا خطاب کو سامنے رکھتے ہوئے دوبارہ لکھوا کر اُنہیں زیر نظر شمارہ میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ اس اہم اجلاس کا فائدہ عام اور محفوظ ہوسکے۔ یہ مذاکرہ دراصل دو بنیادی موضوعات پر منعقد ہوا تھا :

① تصویر، فوٹوگرافی اور ویڈیو وغیرہ کی شرعی حیثیت

② دورِ حاضر میں تبلیغی ضروریات کے لئے تصویر، ٹی وی اور ویڈیو کا جواز؟

جیسا کہ اوپر درج شدہ ناموں کی فہرست سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس مذاکرہ میں جہاں ملک کی نامور اور سرکردہ اہل علم شخصیات شامل تھیں، وہاں ان کا تعلق ایک نقطہ نظر کی بجائے مختلف پس منظر اور مکاتبِ فکر سے تھا، چنانچہ اشتراک ویگانگت کے کئی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ہر صاحبِ علم نے اپنے اپنے ڈھنگ میں ان دونوں مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ اس مذاکرہ کے اختتام پر ایک متفقہ قرارداد بھی منظور کی گئی جس کا تذکرہ زیر نظر تحریر کے آخر میں موجود ہے، لیکن مختلف افراد کے خیالات میں قدرِ مشترک اور ان کے طرزِ استدلال پر تبصرہ اور باہمی تقابل بھی ہمیں موضوع کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

تصویر کا شرعی حکم

سب سے پہلے تصویر کے بارے میں شرعی حکم کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے ...... پھر اہل علم کے تینوں موقفوں کا بالاختصار تذکرہ، تجزیہ اور نتیجہ وثمرہ

تصویر کی حرمت کے بارے میں احادیثِ نبویہؐ کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، جن میں صراحت کے ساتھ تصویر کی حرمت کو شدت سے بیان کیا گیا ہے۔ غور کیا جائے تو ان احادیث وآثار میں تصویر کی حرمت کو تین نتائج/وجوہات میں منحصر کیا جاسکتا ہے :

www.KitaboSunnat.com

① تصویر کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ کی صفتِ تخلیق سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماے حسنہ میں ایک نام 'مصور' اور اس کی صفات میں ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ شامل ہے، اس بنا پر تصویر بنانا سرے سے حرام ہے اور تصویر کشی کی فی نفسہٖ ممانعت کی وجہ یہی ہے۔ اسی لئے مصوروں کے لئے احادیث میں سخت ترین وعید آئی ہے کہ روزِ قیامت اُنہیں شدید ترین عذاب ہوگا اور اُن سے اپنی تصویر شدہ اشیا میں روح ڈالنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ البتہ بعض احادیث وآثار سے پتہ چلتا ہے کہ مشابہت کا یہ وصف صرف ذی روح اشیا تک محدود ہے۔ جمادات اور قدرتی مناظر کی تصاویر بنانا جائز ہے۔ غرض تصویر کی حرمت کی ذاتی اور اہم وجہ اللہ کی تخلیق سے مشابہت ہے۔

اس نکتہ کی مزید وضاحت مولانا شفیق مدنی کے خطاب (ص ۶)، شیخ عبد الرحمٰن عبد الخالق کے کتابچہ برتصویر (ص ۵) اور ابن دقیق العید (شرح العمدۃ: ۲۵۶/۳) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

② تصویر کی حرمت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے شرک اور غیر اللہ کی معبودیت کا دروازہ کھلتا ہے۔ امکانِ شرک کا یہ عنصر مقدس اور عظیم شخصیات میں قوی تر ہوجاتا ہے جیسا کہ پہلی اَقوام میں تصویر اور مجسمہ سازی اسی نتیجہ شرک پر منتج ہوتی رہی ہے۔ اس بنا پر شرک کا رستہ بند کرنے کے لئے سدِ ذریعہ کے طور پر تصویر کشی حرام ہے۔ اس امکان کے اِزالے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تصویر میں سر وغیرہ کٹے☆ ہوئے ہوں، اور اگر وہ کہیں موجود ہو تو اس کو محل اِہانت میں رکھا جائے کیونکہ پوری تصویر کسی بھی وقت شرک کا نقطہ آغاز بن سکتی ہے۔

اس نکتہ کی مزید تفصیل والد گرامی حافظ عبد الرحمٰن مدنی کے خطاب (ص:۲،۳) میں اور شیخ عبد الرحمٰن عبد الخالق کے کتابچہ (ص:۶) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

③ تصاویر بنانا تو مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر حرام ہے، البتہ کسی بنا پر حاصل ہوجانیوالی تصویر کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا موقف یہ ہے کہ تصویر کو نمایاں کرنا باعثِ نحوست ہے اور اس کے سبب رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ اس نحوست کے خاتمے کا طریقہ احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تصویر کو اِعزاز واِکرام کی بجائے زمین میں پامال کیا اور روندا جائے۔

بعض اہل علم نے حرمتِ تصویر کی وجہ غیر مسلموں سے مشابہت بھی بتائی ہے۔ البتہ تصویر

☆ «الصورة الرأس فإذا قُطع فلا صورة» (أخرجه البيهقي ٧/ ٢٧٠) وصحَّحه الألباني

www.KitaboSunnat.com

کے اس حکم ممانعت سے بصراحت لڑکیوں کا اپنی گڑیوں وغیرہ سے کھیلنا خارج ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ احادیثِ نبویہ میں نبی کریم ﷺ نے یہ اجازت دی ہے۔ قاضی عیاضؒ نے قرار دیا ہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت مستثنیٰ ہے۔ (فتح الباری) البتہ بعض علما کے نزدیک یہ اجازت بھی منسوخ ہے۔ (الجواب المُفید از شیخ ابن بازؒ: ص ۲۲)

مذاکرہ میں پیش کردہ آرا کا تقابل وتجزیہ

مذاکرہ کے دوران راقم کا تاثر یہ رہا کہ حالات کی سنگینی اور تبلیغ اسلام کے اہم فریضے سے عہدہ برا ہونے کے پیش نظر، اپنی منصبی ذمہ داری کو جانتے سمجھتے ہوئے حاصل بحث اور نتیجہ کے اعتبار سے تمام اہل علم کی آرا میں کوئی واضح اختلاف نہیں پایا جاتا، اور یہی اتفاق اور قدرِ مشترک متفقہ قرار داد کو منظور کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

مذکورہ بالا دو مسائل کے بارے میں علماے کرام کے موقف اور رجحانات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نکتہ پر تو تمام علما کا اتفاق ہے کہ **فی زمانہ تبلیغ دین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ٹی وی پر آنا جائز ہے،** البتہ ہر عالم دین نے اپنی اپنی اُفتادِ طبع، ذوق اور علم کی روشنی میں تشریح وتعبیر کا اُسلوب مختلف اپنایا ہے۔ اس مرکزی نتیجہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے علما کے موقف اور طرزِ استدلال کو جاننے کے لئے ان کو تین مختلف حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

① پہلے حلقے کے علما کرام کے نزدیک تصویر کشی اور ٹی وی / ویڈیو شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اصلاً حرام ہے جس کے نتیجے میں ٹی وی پر آنا بھی ناجائز ہے، البتہ فی زمانہ تبلیغ اسلام کے لئے مختلف خارجی وجوہ کی بنا پر اس کی اجازت دی یا اسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔

② بعض علماء نے تصویر اور ٹی وی / ویڈیو کے احکام میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک تصویر تو اصلاً حرام ہے، البتہ ٹی وی / ویڈیو تصویر کی اس شرعی حرمت میں شامل نہیں۔ چنانچہ اس طرح احکامِ تصویر کی توجیہ اور ان میں باہمی فرق کرتے ہوئے اُنہوں نے یہ گنجائش دی ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہی جدید الیکٹرانک میڈیا وغیرہ پر آنا شرعاً جائز ہے۔

③ اہل علم کے تیسرے گروہ کے نزدیک تصویر کے شرعی حکم میں فوٹوگرافی شامل ہی نہیں بلکہ یہ عکس ہے۔ بعض دانشوروں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ تصویر کی کوئی صورت بھی فی نفسہٖ

www.KitaboSunnat.com

(بشمول ہاتھ سے بنائی گئی) حرام نہیں، شریعت میں تصویر کی تمام تر حرمت خارجی وجوہ (مثلاً فحاشی وشرک وغیرہ) کی بنا پر ہے۔ تصویر کشی اسلامی شریعت کی رو سے ایک مرغوب ومطلوب امر ہے۔

الغرض اس سلسلے میں علما کے تین حلقے ہیں جن سب کا اس نتیجہ میں تو اتفاق ہے کہ فی زمانہ تبلیغ اسلام کیلئے ٹی وی پر آنا جائز ہے، البتہ فتویٰ کی تعبیر وتوجیہ ہر ایک کے ہاں جداگانہ ہے۔

پہلا حلقہ

پہلے گروہ کی نظر میں تصویر کی اوّلین نوعیت اور فی زمانہ استعمال کی جانے والی تصاویر میں ماہیت اور طریقہ کے اعتبار سے اگرچہ کچھ فرق بھی پایا جاتا ہو لیکن ان کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لئے ہے، اور اس میں ہر دور کے مسائل کے بارے میں مکمل رہنمائی موجود ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تصویر کی حرمت کی وجوہات فوٹو گرافی والی تصویر میں زیادہ بہتر (کاملاً) اور ویڈیو میں انتہائی بہترین (اکملاً) پائی جاتی ہیں، اس لئے تصویر کے ظاہری پہلو سے ان پر بحث کرنے کی بجائے ان تمام نئی صورتوں کو بھی تصویر قرار دیا جائے گا، بلکہ جوں جوں اس میں تصویری عنصر اور خصوصیات کامل تر ہوتی جائیں گی، توں توں اس کی حرمت شدید تر ہوتی جائے گی۔ ان علما کے خیال میں یہ بحث کہ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی، یا ظاہری سادہ وجود رکھتی ہے یا نہیں؟ اس کا تعلق نفسِ مسئلہ کی بجائے تمدن کی ترقی سے ہے اور صرف طریقہ مختلف ہونے کی بنا پر تصویر کے حکم میں تبدیلی پیدا کرنا حیلے سازی کے مترادف ہے، ان چیزوں سے اصل مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سلسلہ میں ان کا استدلال 'نفس تصویر کی خصوصیات' اور اس کے لئے عربی لغت میں بولے جانے والا اَلفاظ واِطلاقات سے بھی ہے۔ جب ہر نوعیت کی تصویر کو آج تک 'تصویر' اور 'صورت' سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے تو احادیث میں 'صورت'، 'مصور' اور تصاویر کے لئے بولے جانے والے تمام الفاظ دورِ حاضر کی جملہ تصاویر کو بھی شامل ہیں۔

مذاکرہ میں ان راسخ فکر علما کا یہ موقف تھا کہ کسی خارجی غلط وجہ (مثلاً فحاشی اور فسق وفجور) کے بغیر بھی تصویر کی حرمت براہِ راست قائم ہے جس کی وجہ اللہ کی صفتِ خالقیت ومصوریت میں مشابہت ہے اور اس کی احادیث میں انتہائی سنگین وعید آئی ہے۔ البتہ یاد رہے کہ تصویر کی یہ

www.KitaboSunnat.com

شناعت انہی احادیث کی بنا پر فقط ذی روح اشیا تک ہی محدود ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ایسے علما تصویر کے مسئلے اور مصداق میں اُصولی طور پر کوئی استثنا پیدا کرنے سے کلی احتراز کرتے ہیں۔

پہلے گروہ میں بھی آگے علما کی دو قسمیں ہیں، بعض تو وہ ہیں جو احادیث کے ظاہری الفاظ پر انحصار کرتے ہوئے کسی تفصیل اور بحث میں جائے بغیر ہر قسم کی تصویر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ان علما کا رویہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر زور دینے کا ہے کہ ہر ایسی شے جس پر تصویر کا اطلاق کیا جاتا ہے، اس کو حرام سمجھا جائے۔ اسی بنا پر یہ اہل علم حدیث میں وارد لفظ إلا رقمًا في الثوب وغیرہ کو بھی مختلف دلائل کی بنا پر بے جان شے کی تصویر پر ہی محمول کرتے ہیں۔ البتہ حدیث میں گڑیوں وغیرہ کے استعمال کے جواز کو حکم تصویر سے مستثنیٰ کہتے ہیں، اور اس جواز کی بنیاد بھی یہی ہے کہ احادیثِ نبویہؐ کے ظاہری متن سے اس کی گنجائش ملتی ہے۔

اس استدلال کا منطقی نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے کہ ان علما کے ہاں ٹی وی اور میڈیا پر تبلیغ اسلام کے لئے تصویر سازی اور فلم بندی حرام ہو لیکن مذکورہ استدلال کے بعد یہ علما بھی کسی نہ کسی درجہ میں فی زمانہ تبلیغ اسلام کے لئے ٹی وی وغیرہ پر آنے کو جائز یا گوارا ہونے کا ہی فتویٰ دیتے ہیں، اس سلسلے میں ان کا استدلال مریض عورت کا غیر محرم ڈاکٹر سے علاج کرانا، شناختی کارڈ اور سرکاری دستاویزات وغیرہ تیار کرنے جیسی مثالیں ہیں جن کو پورا کرنا مسلمانوں پر بطورِ اضطرار لازمی ٹھہرتا ہے۔

اسی گروہ کے دوسرے علما کا رجحان یہ ہے کہ احادیث کی ظاہری پابندی ایک نہایت قابل تعریف رویہ ہے، لیکن دین میں فقاہت کو اللہ تعالیٰ نے باعثِ خیر وبرکت قرار دیا ہے۔ چنانچہ صرف الفاظِ حدیث پر ڈیرہ جما دینے کی بجائے ان الفاظ کی علتوں اور حکمتوں پر غور وخوض کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ رویہ فقہاے محدثین سے قریب تر ہے کہ حدیث کی الفاظ کی رعایت رکھتے ہوئے ان میں موجود حکمتوں تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

چنانچہ غیر ذی روح کی تصویر کی اجازت یا بچیوں کے کھیلنے کے لئے گڑیوں کی اجازت، یا تصویر کو پاؤں میں روندنے یا اس کا چہرہ وغیرہ ختم کردینے کے حدیثی استثناءات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ علماے کرام قرار دیتے ہیں کہ ہر وہ تصویر جس سے کوئی مفید دینی مقصد پورا نہ ہوتا ہو

www.KitaboSunnat.com

تو ایسی تصاویر تو لازماً حرام ہیں، لیکن جہاں اس سے کوئی زیادہ مفید (ضروری مقصد) پورا ہوتا ہو جس کا پورا ہونا اس تصویر کے بغیر مشکل ہے تو ایسی صورت میں تصویر جائز ہے۔ اس موقف کی دلیل بچیوں کی تربیتی ضرورت کے لئے نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ کو گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت دینا ہے۔ اس بنا پر اگر مذکورہ بالا صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے تبلیغ اسلام کے لئے ٹی وی پر آیا جائے یا ویڈیو بنائی جائے تو اس صورت میں تصویر کشی وفلم بندی گوارا ہے، جیسا کہ علامہ البانیؒ کا یہی موقف آگے آرہا ہے۔

اس طرح بعض علما شریعت کے مقاصدِ عامہ یعنی اَخف الضررین ، مصلحت اور سدذریعہ وغیرہ کے تحت اس امر کی گنجائش پیدا کرتے ہیں کہ جب حالات وظروف کے اعتبار سے تبلیغ اسلام کی مصلحت کا یہ تقاضا نظر آئے کہ ٹی وی پر آئے بغیر دفاعِ اسلام اور تعبیر دین کا فرض مؤثر طریقہ سے پورا نہیں ہوسکتا تو ایسی صورت میں بھی جدید ذرائع کو استعمال کرنے کا جواز ہے۔

گویا پہلے گروہ کے دونوں اہل علم کے موقف میں فرق یہ ہے کہ پہلا موقف اضطرار اور نئے حالات کے جبر کے نتیجے میں پیدا ہورہا ہے جبکہ دوسرے موقف میں گڑیوں کے کھیل، دیگر استثناءات اور مقاصدِ شریعت سے استدلال کرتے ہوئے یہ گنجائش دی گئی ہے۔ پہلے موقف کی نمائندگی بالترتیب حافظ عبد العزیز علوی، حافظ صلاح الدین یوسف اور مولانا رمضان سلفی کررہے ہیں، جیسا کہ ان کے خطابات اور قراردادوں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ ایسے ہی حالتِ اضطرار کا دوٹوک موقف مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور مولانا رشید میاں تھانوی نے بھی اختیار کیا ہے۔ جبکہ دوسرے موقف کی طرف رجحان مولانا محمد شفیق مدنی اور حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے ہاں پایا جاتا ہے۔ البتہ نتیجہ وفتویٰ ہر دو کے ہاں بہرطور یہی ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے ٹی وی پر آنا گوارا یا جائز ہے، اگرچہ تعلیل وتوجیہ میں دونوں کا طریقہ مختلف ہے۔

عرب علما کا موقف

یوں تو یہ پہلو مذاکرہ سے خارج ہے، البتہ محض تکمیل افادہ کی خاطر یہاں عالم عرب کے مستند علما (علامہ البانیؒ، شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن جبرین اور شیخ محمد علی الصابونی وغیرہ) کے موقف کا نتیجہ پیش کرنا بھی مفید ہوگا۔ علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں:

وإن كنا نذهب إلى تحريم الصُّور بنوعيه جازمين بذلك فإننا لا نرٰى

www.KitaboSunnat.com

مانعًا من تصوير ما فيه فائدة متحققة بدون أن يقترن بها ضرر ما، ولا تتيسر هذه الفائدة بطريق أصله مباح، مثل التصوير الذي يحتاج إليه الطبّ وفي الجغرافيا وفي الاستعانة على اصطياد المجرمين والتحذير منهم ونحو ذلك فإنه جائز بل قد يكون بعضه واجبًا في بعض الأحيان والدليل على ذلك حديثان ...... الخ (أحكام التصوير في الإسلام: ٦٦)

''اگرچہ ہم تصویر کی ہر دو نوع (تصویر بنانا اور لٹکانا) کی حرمت کے پورے وثوق سے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی تصویر جس سے کوئی یقینی فائدہ حاصل ہوتا ہو اور اس سے کوئی شرعی ضرر لاحق نہ ہو، کو بنانے میں ہم کوئی مانع نہیں سمجھتے۔ بشرطیکہ یہ فائدہ اس جائز طریقے کے سوا حاصل ہونا ممکن نہ ہو جیسا کہ طب وجغرافیہ میں تصویر کی ضرورت پیش آتی ہے، یا مجرموں کو پکڑنے اور ان سے بچاؤ وغیرہ کے سلسلے میں۔ تو یہ تصویریں شرعاً نہ صرف جائز بلکہ بسا اوقات واجب بھی ہو جاتی ہیں جس کی دلیل یہ دو احادیث ہیں......''

پھر اُنہوں نے حضرت عائشہؓ کی اپنی گڑیوں سے کھیلنے اور حضرت ربیعؓ بنتِ معوذ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جس میں اُنہوں نے چھوٹے بچوں کو روزے کی تربیت کے دوران روئی کے کھلونے بنا کر دینے اور ان سے جی بہلانے کا تذکرہ کیا ہے۔

ان احادیث کی تحقیق وتخریج کے بعد نتیجہ کے طور پر مزید فرماتے ہیں:

فقد دلّ هذان الحديثان على جواز التصوير واقتنائه إذا ترتبت من وراء ذلك مصلحة تربوية تُعين على تهذيب النفس وتثقيفها وتعليمها، فيلحق بذلك كل ما فيه مصلحة للإسلام والمسلمين من التصوير والصور. ويبقى ما سوٰى ذلك على الأصل وهو التحريم مثل صور المشايخ والعظماء والأصدقاء ونحوها ممّا لا فائدة فيه بل فيه التشبه بالكفار عبدة الأصنام...... والله أعلم (ایضاً:٦٧)

''یہ دونوں احادیث جوازِ تصویر اور استعمال پر دلیل ہیں، بشرطیکہ اس سے ایسی کوئی تربیتی مصلحت پوری ہو رہی ہے جس سے کسی فرد کے تہذیب وسلیقہ اور تعلیم میں مدد ملتی ہو۔ اس جواز سے تصویر کشی اور تصاویر کی وہ صورتیں بھی ملحق ہو جاتی ہیں جن میں اسلام یا مسلمانوں کی کوئی دینی مصلحت پائی جاتی ہو۔ البتہ اس کے ماسوا اُمور میں تصویر کی حرمت اپنی جگہ پر قائم ودائم

www.KitaboSunnat.com

ہے، مثلاً مشائخ، بڑی ہستیوں، دوستوں وغیرہ کی تصویر کشی جس میں بتوں کے بچاری کفار کی مشابہت کے سوا کوئی دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔''

شیخ ناصر الدین البانی کا مذکورہ بالا موقف پہلے حلقے کے دوسرے علما والا ہے۔ جس میں حدیثِ نبویؐ کی بنا پر گڑیوں کے استثنا کو دلیل بناتے ہوئے اس پر باقی ضروریاتِ دین ومعاشرہ کو قیاس کیا گیا ہے۔ البتہ درج ذیل علماے عرب نے اس حدیث کی بجائے تصویر کے شرعی احکام کو عمومی مقاصدِ شریعت کے پیش نظر اضطراراً یا أخف الضررین یا مصلحت کے قواعد کے تحت گوارا کیا ہے...... واللہ اعلم ملاحظہ فرمائیں:

◉ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ فرماتے ہیں:

فجميع الصور للذكرٰى تُتلف بالتمزيق أو بالإحراق، إنما يُحتفظ بالصور التي لها ضرورة كالصورة في حفيظة النفوس وما أشبه ذلك

''گزری یادوں کو محفوظ کرنے کے لئے بنائی گئی تمام تصاویر کو جلا یا پھاڑ کر تلف کردینا ضروری ہے، البتہ ایسی تصاویر جن سے کوئی شرعی ضرورت پوری ہوتی ہو، مثلاً لوگوں (یا مجرموں) کی شناخت وغیرہ جیسی ضرورتیں تو ان کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔'' (فتاوى المرأة: ١٥)

◉ سعودی عرب کے متبحر عالم دین شیخ ابن جبرین کا موقف بھی تصویر کی حرمت پر دوٹوک ہے، البتہ وہ بھی اضطراری صورت میں ہی تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں:

وقد يُستثنٰى في هذه الأزمنة الأوراق النقدية التي فيها صُور المُلوك وكذا الجوازات وحفائظ النفوس للحاجة والضرورة إلى حملها ولكن يُقتصر على قدر الحاجة...... والله أعلم (فتاوى المرأة: ١٧، ١٨)

''فی زمانہ کرنسی نوٹوں پر حکمرانوں کی تصاویر ممانعتِ تصویر کے شرعی حکم سے مستثنیٰ ہیں، ایسے ہی پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ جن کی وجہ ان کو ساتھ رکھنے کی ضرورت اور تمدنی حاجت ہے (وہ بھی مستثنیٰ ہیں)، البتہ یاد رہے کہ ان کا جواز اسی حاجت تک ہی محدود رہے گا۔''

◉ سعودی عرب کے ایک عالم محمد علی صابونی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بل يُقتصر فيه على حد الضرورة كإثبات الشخصية وكل ما فيه مصلحة دنيوية مما يحتاج الناس إليه، والله أعلم (روائع البيان:٢/ ٤١٦)

''بلکہ تصویر کی اجازت کے سلسلے میں ضرورت تک ہی محدود رہا جائے گا، جیسا کہ شناختی

www.KitaboSunnat.com

ضرورت یا ایسی کوئی بھی دنیوی مصلحت ہے جس کے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔''

مذکورہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب علماے کرام (بشمول علماے عرب) اصلاً تصویر کی حرمت کے قائل ہیں، اور جدید تصاویر کو بھی اسی حرمت میں شامل سمجھتے ہیں لیکن اِضطرار یا مقاصد عامہ کے تحت تبلیغ اسلام کے لئے ٹی وی پر آنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ

مسئلہ تصویر پر دوسرا گروہ اُن اہل علم کا ہے جو عام تصویر کو تو حرام قرار دیتا ہے، لیکن ٹی وی اور ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کو ایک توجیہ کے ذریعے تصویر کے اصل حکم سے خارج سمجھتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک جدید ترین تصاویر براہِ راست حکم شرعی میں شامل نہیں اور فرامینِ نبویؐ صرف انہی تصاویر پر صادق آتا ہے جو آپ کے دور میں مروّج تھیں۔ اس گروہ کی نمائندگی مذاکرہ میں جماعت ِاسلامی کے مولانا عبد المالک صاحب اور جامعہ اشرفیہ کے مولانا محمد یوسف خاں نے کی۔

چنانچہ مولانا عبدالمالک صاحب نے مسئلہ تصویر کو ضرورت اور حاجت کے اعتبار سے تقسیم کرنے کا رجحان اختیار کیا۔ ان کی نظر میں ہر وہ تصویر جس کی حاجت اور ضرورت نہیں، اس کو حرام ہونا چاہئے مثلاً پورٹریٹ، بیج، خواتین کی تصویر اور تصویری نمائشیں وغیرہ۔ البتہ ایسی تصاویر جن کی کوئی دینی یا معاشرتی ضرورت موجود ہے، ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔ گویا وہ تصویر بنانے کو تو ناجائز سمجھتے ہیں، البتہ دو فقہی قواعد☆ کے سبب ان کو بقدرِ ضرورت جائز قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک ان کا موقف پہلے گروہ کے ساتھ ہے۔

جہاں تک ٹی وی اور ویڈیو کا تعلق ہے تو مولانا موصوف نے اس سلسلے میں یہ توجیہ اختیار کی ہے کہ چونکہ ان دونوں میں تصویر کا کوئی ظاہری وجود نہیں ہوتا، اس لئے یہ دونوں جدید ذرائع تصویر کے مروّجہ شرعی حکم سے خارج ہیں۔ چنانچہ ٹی وی کے مسئلہ کو حرمت کی بجائے آلہ اور وسیلہ کے طور پر دیکھا جانا چاہئے اور اس آلہ/ وسیلہ کو تبلیغ دین کے لئے استعمال کرنے کی ہرممکن کوشش ہونی چاہئے۔ بالفرض ٹی وی کی حرمت کو بھی تصویر کے حکم نبویؐ میں داخل سمجھ لیا

☆ ''الضرورات تبیح المحظورات'' اور ''الحاجة قد تُنْزَل منزلة الضرورة'' وغیرہ

www.KitaboSunnat.com

جائے تو جنگِ قادسیہ میں ہاتھی کی مورتی بنانے کی غالب حکمت کے مثل اس کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔ مزید تفصیل کے لئے مولانا کا مکمل خطاب ملاحظہ فرمائیں۔

◉ ایسا ہی موقف ان علما کا بھی ہے جنہوں نے تصویر کی حرمت کو کاغذ پر وجود سے مشروط قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک جب تک کیمرہ کی تصویر کاغذ پر شائع نہ ہوجائے، اس وقت تک وہ حرام نہیں ٹھہرتی۔ اس بنا پر وہ عام تصویر اور کیمرہ کی تصویر کو تو حرام سمجھتے ہیں لیکن ڈیجیٹل کیمرہ اور ٹی وی، ویڈیو کی تصویر میں اصلاً جواز نکالتے ہیں کہ یہ محرم تصویر ہی نہیں ہے۔

ان کے نزدیک چونکہ ٹی وی پر نشر ہونے والے پروگرام میں حفاظت یا دوام کا کوئی پہلو موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ محض نشریاتی لہریں ہوتی ہیں، اس بنا پر عکس اور حبس الظّل ہونے کے ناطے ٹی وی نشریات میں شریک ہونا جائز ہے اور یہ تصویر کے حکم ممانعت میں شامل نہیں بلکہ یہ محض ایک نشریاتی عکس ہے۔ علاوہ ازیں ویڈیو فلم میں بھی چونکہ ظاہری طور پر کوئی تصویر موجود نہیں ہوتی بلکہ برقی ذرّات کی شکل میں محفوظ ہوتی ہے، اس بنا پر اس کو بھی حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تبصرہ: دراصل اس موقف میں تصویر کو نفسِ تصویر کی بجائے بعض دیگر خصائص کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر شرعی حکم لگایا جارہا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی تصویر کاغذ پر پرنٹ کرنے کی بجائے کمپیوٹر سکرین پر ہی دیکھی جاسکے تو اس تصویر کو حرام کیوں نہیں کہا جائے گا جیسا کہ اس دور کے ڈیجیٹل کیمروں میں ایسے ہی ہوتا ہے کہ شاذ ونادر ہی کوئی تصویر کاغذ پر شائع کی جاتی ہے اور اکثر پردۂ سکرین تک ہی محدود رہتی ہیں جبکہ ایسی تصویر میں بھی دوام، جاذبیت اور تصویر کے دیگر خصائص بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔

ان علما کے اس موقف کے پس پردہ عکس اور تصویر کا باہمی فرق کارفرما ہے۔ عکس اور تصویر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ عکس کا وجود اصل پر قائم ہوتا ہے اور اصل کے ختم ہوجانے سے عکس بھی جاتا رہتا ہے۔ ان کی نظر میں جب کوئی تصویر کاغذ پر منتقل ہوجائے تو وہ عکس کی بجائے ثبوت اور دوام اختیار کرجاتی ہے، اس لئے وہ حرام ہے۔ دوام کی یہ خصوصیت اس لئے بھی ہے کیونکہ اصل پر قائم تصویر کی بقا کا کوئی امکان نہیں ہوتا، اسلئے شرک کا امکان بھی معدوم ہوجاتا ہے۔

ہماری نظر میں دوام کی یہی خصوصیت ویڈیو اور جدید ڈیجیٹل کیمرہ میں بھی پائی جاتی ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ وہاں تصویر کا وجود عکس کے بجائے مستقل بالذات ہو جاتا ہے، البتہ یہ استقلال واستقرار کاغذ کی بجائے جدید میڈیا کی شکل میں ہوتا ہے۔ چنانچہ دوام اور ثبوت کو صرف کاغذ میں منحصر سمجھنا درست نہیں۔ تصویر کی حرمت کو اسی بات سے مشروط کرنا کہ وہ کاغذ پر یا سادہ انداز میں موجود ہو، مناسب نہیں بلکہ میڈیا کی کسی بھی صورت میں اس کا مستقل وجود، چاہے وہ کمپیوٹر ڈاٹا کی شکل میں ہو، اپنی تصویری خصوصیت وحکمتِ ممانعت کے باعث قابل گرفت ہے۔ البتہ ٹی وی کی ایسی نشریات جن کو محفوظ نہیں کیا جاتا، ان کے بارے میں عکس کی اس توجیہ میں امکانِ شرک کے نہ ہونے کی حد تک تو وزن موجود ہے کیونکہ وہ مستقل بالذات قائم نہیں رہتیں۔ ڈیجیٹل کیمرے اور ویڈیو فلم والی تصویر کو براہِ راست نہ سہی تو کم از کم سد ذریعہ کے طور پر حرام ہونا چاہیے کیونکہ ایسی تصویر میں شرک کا نکتہ آغاز بننے یا نحوست پیدا کرنے کی صلاحیت تو بہرحال بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔

ٹی وی، ویڈیو کے بارے میں مذکورہ بالا موقف مولانا محمد تقی عثمانی نے اختیار کیا ہے جس کی تفصیل حافظ محمد یوسف خاں کے مقالہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ ان کے ہاں ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر اور عام کیمرہ کی تصویر کی ممانعت برقرار ہے۔ البتہ جامعہ اشرفیہ، لاہور کا ٹی وی کے بارے میں فتویٰ قدرے مختلف ہے کہ آلہ لہو ولعب ہونے کی وجہ سے اس کو استعمال کرنا یا اس پر تصویر نشر کرنا درست نہیں۔ اور مولانا برہان الدین سنبھلی نے بھی اپنی کتاب میں یہی فتویٰ دیا ہے۔ (دیکھیں 'موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل': ص۲۰۴)

◉ اس سلسلے میں بعض علما کے لئے ایک مشکل فقہاے اَربعہ کے اقوال کی کوئی مناسب توجیہ کرنا ہے کیونکہ فقہاے اربعہ حرمتِ تصویر کے مسئلہ پر متفق ہیں۔ چنانچہ حنفی بریلوی علما میں سے مثلاً مولانا شیخ الحدیث شیر محمد خاں نے قرار دیا کہ جدید دور کی تصویر کو بعض قیود کے ساتھ جائز ہونا چاہئے اور اس احتمالی جواز کی گنجائش کے لئے عرف ورواج یعنی تبدیلی حالات کے تصور سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اسی بنا پر فقہا کے فتاویٰ میں فی زمانہ گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں اپنے خطاب میں اُنہوں نے علامہ شامیؒ کی ذکر کردہ بہت سی مثالیں پیش کیں۔ بہرحال توجیہ کے اس رجحان میں کئی ایک لوگ شامل ہیں جو مختلف شبہات (عکس، ہاتھ کا استعمال)

www.KitaboSunnat.com

کے سہارے جدید آلاتِ تصویر کے استعمال کے لئے اصل حکم سے ہی گنجائش پیدا کرتے ہیں۔

الغرض اس گروہِ علما کے ہاں بھی تبلیغ اسلام کے لئے ٹی وی پر آنا جائز بلکہ ضروری ہے کیونکہ ٹی وی/ ویڈیو کی صورت میں بالخصوص تصویر کی شرعی ممانعت ہی موجود نہیں۔ نتیجہ یہاں بھی آخرکار وہی ہے کہ ''ٹی وی پر آنے کا شریعت میں اصلاً ہی جواز'' پایا جاتا ہے۔

تیسرا گروہ

اس سلسلہ میں آخری گروہ بعض عرب اہل علم کا ہے جن کے ساتھ متجددین بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ ان میں ایک طبقہ تو ان مصری علما کا ہے جو علامہ قرضاوی کی سرپرستی میں تصویر کی حرمت کو اس کے اصل الفاظ کی بنا پر صرف ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر تک محدود کرنے کا میلان رکھتے ہیں اور ہر قسم کی فوٹوگرافی کو اصلاً جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ قرضاوی نے اپنی کتاب (الحلال والحرام في الإسلام) میں یہ موقف مصر کے ایک عالم محمد بخیت کی کتاب الجواب الشافي في إباحة التصوير الفوتوغرافي سے متاثر ہوکر اختیار کیا ہے۔ دیگر مصری علما میں شیخ سائس (آیات الاحکام: ۶۱/۴) اور ڈاکٹر احمد شرباصی (یسئلونك في الدين والحياة: ۶۳۲/۱) وغیرہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس موقف کے بعض راسخ فکر علما بھی شکار ہوگئے ہیں، جن میں سعودی عرب کے شیخ ابن عثیمینؒ اور کویت کے شیخ عبد الرحمٰن عبد الخالق وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ان کی نظر میں تصویر کی حرمت میں ہر قسم کی فوٹوگرافی بشمول ٹی وی ویڈیو وغیرہ سرے سے شامل ہی نہیں ہیں۔

دوسرے گروہ سے ان کے موقف میں فرق یہ ہے کہ یہ موجودہ دور کی ہر قسم کی فوٹوگرافی کو عکس کی بنا پر مستثنیٰ سمجھتے ہیں، جبکہ دوسرا گروہ کیمرے کی تصویر کو تو ناجائز خیال کرتا ہے لیکن ڈیجیٹل کیمرے اور ٹی وی/ویڈیو کو جائز قرار دیتا ہے۔ مزید برآں تیسرا گروہ جدید آلات کی تصاویر کو حرام تصویر ہی نہیں سمجھتا بلکہ اسے عکس قرار دیتا ہے، جبکہ دوسرے گروہ کے لوگ اس میں تصویر کے بعض اوصاف مثلاً ثبوت ودوام نہ ہونے کے سبب اُنہیں تصویر کے شرعی حکم سے خارج سمجھتے ہیں۔

یہ اہل علم کہتے ہیں کہ مشابہت بہ خلق اللہ کا مسئلہ تو اس وقت پیدا ہوگا جب کوئی فرضی

www.KitaboSunnat.com

شخصیت ہو یا حقیقی شخصیت کی ہو بہو تصویر نہ بنے، جیسا کہ ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر اصل کے بالکلیہ مطابق نہیں ہوتی۔ ان کی نظر میں ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر تو انسان کی ذہنی واردات ہے جبکہ فوٹو گرافی امر واقعہ کی حکایت ہے۔ چنانچہ ایسی تصویر جو اصل خلقت کا ہی عکس ہے، اس پر حدیث میں وارد یہ الٰہی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوگا کہ وہ اس میں روح پھونک کر دکھائے، یہ مشابہت نہیں بلکہ محض حبس الظل ہے۔ شیخ ابن عثیمین کی زبانی اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

والأحاديث الواردة إنما هي في التصوير الذي يكون بفعل العبد ويضاهي به خلق الله ويتبين لك ذلك جيّدًا بما لو كتبَ لَكَ شخصٌ رسالةً فصوَّرتها في الآلة الفوتوغرافية فإن هذه الصورة التي تخرج ليست هي من فعل الذي أدار الآلة وحركها فإن هذا الذي حرّك الآلة ربَّما يكون لا يعرف الكتابة أصلاً والناس يعرفون أن هذا كتابة الأول والثاني ليس له أي فعل فيها ولكن إذا صُوِّر هذا التصوير الفوتوغرافي لغرض محرم فإنه يكون حرامًا تحريم الوسائل

''تصویر کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ بندے کے ایسے فعل کے حوالے سے ہیں جس میں وہ اللہ کی خلقت کی مشابہت کرتا ہے۔ یہ بات آپ بہتر جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کو خط لکھ کر دے اور فوٹو گرافی کے آلہ (فوٹو سٹیٹ مشین) سے آپ اس کی تصویر بنائیں تو اس سے نکلنے والی تصویر اُس شخص کا فعل نہیں کہلاتی جس نے مشین کو چلایا اور اسے حرکت دی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات فوٹو کاپی کرنے والا شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو سرے سے لکھنا ہی نہیں جانتا۔ لوگ جانتے ہیں کہ یہ فوٹو کاپی پہلے شخص کی ہی لکھائی ہے، اور دوسرے شخص کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ البتہ جب ایسی تصویر کو کسی حرام مقصد کے لئے بنایا جائے تو پھر یہ تصویر سدِ ذریعہ کے طور پر حرام قرار پائے گی۔''

ایک اور مقام پر علامہؒ نے احتیاطاً ایسی تصویر سے شبہ کی بنا پر گریز کا مشورہ دیا ہے۔ یعنی ان کے ہاں فتویٰ تو ایسی تصویر کے جواز کا ہے، البتہ تقویٰ کے پہلو سے بچنا بہتر ہے۔

یہ موقف رکھنے والے گروہ پر پاکستان کے اہل علم مثلاً مولانا گوہر رحمٰن وغیرہ کے علاوہ عالم عرب کے متعدد علما مثلاً شیخ ابن باز، شیخ صالح فوزان اور شیخ محمد علی الصابونی وغیرہ نے کڑی تنقید کرتے ہوئے اس استدلال اور مثال کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا مثال کو اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ مشابہت بہ خلق اللہ کی علت کو رفع کرنے کی حد تک ہی مؤثر ہے جبکہ ایسی تصویر میں ذریعہ شرک بننے یا نحوست کا سبب بدستور برقرار رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس بنا پر تو ایسے مصور کے فعل کو ہی حرام ہونا چاہئے جو فرضی تصویریں بناتا ہو، جبکہ ایسا مصور جو کسی جاندار کی صد فیصد تصویر بنانے پر قادر ہو، اس پر یہ حرمت لاگو نہیں ہونی چاہئے، وغیرہ۔ دراصل یہ مثال ہی درست نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص قتل کرنے کی قوت نہ رکھتے ہوئے بھی ریوالور کے ذریعے اگر دوسرے کو قتل کردے تو اس صورت میں اسے ہی قاتل سمجھا جائے گا، ریوالور کو نہیں۔ سعودی عرب کے عالم شیخ صالح فوزان نے اس پر پانچ اعتراضات عائد کرتے ہوئے آخر کار یہی نتیجہ قرار دیا ہے کہ

فتبيَّن مما تقدَّم أن التصوير بجميع أنواعه تماثيل أو غير تماثيل، منقوشًا باليد أو فوتو غرافيًا مأخوذًا بالآلة كله حرام وأن كل من حاول إباحة شيء منه فمحاولته باطلة وحجته داحضة (حكم التصوير: ص ٥٨)

''مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ تصویر کی ہر نوع حرام ہے، چاہے وہ مجسّمے ہوں یا اس کے علاوہ۔ ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا آلہ کے ذریعے فوٹوگرافی ہو، سب تصاویر حرام ہیں۔ اور جو شخص بھی ان میں سے کسی تصویر کو جائز کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ کوشش باطل اور اس کی دلیل غیر معتبر ہے۔''

- دیارِ سعودیہ کے سب سے معتبر اور محترم مفتی شیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ فرماتے ہیں:

ومن أعظم المنكرات تصوير ذوات الأرواح واتخاذها واستعمالها ولا فرق بين المجسّدة وما في الأوراق مما أُخِذَ بالآلة

''بدترین گناہوں میں سے ذی روح کی تصویر بھی ہے کہ اس کو بنایا اور استعمال کیا جائے۔ اس سلسلے میں مجسم اور کاغذوں پر آلاتِ تصویر سے لی جانے والی تصاویر میں کوئی فرق نہیں۔''

- ایک اور عرب عالم شیخ ولید بن راشد سعیدان اس استدلال کی تردید یوں کرتے ہیں:

إنما المعتبر في ذلك كله وجود الصورة لذوات الأرواح وإن اختلفت وسيلة إنتاجها والجُهد الذي يبذل فيها، وقد تقرَّر في القواعد أن الحكم يدور مع علته وجودًا وعدمًا . (حكم التصوير الفوتوغرافي: ٢٣)

''فوٹوگرافی میں اعتبار ذی روح کی تصویر کے وجود کا ہی کیا جائے گا، باوجودیکہ اس کے حصول

www.KitaboSunnat.com

کا اُسلوب اور اس پر صرف کردہ محنت مختلف نوعیت کی ہو۔ فقہ کے قواعد میں یہ امر مسلمہ ہے کہ شرعی حکم اپنی علت کے وجود اور عدم وجود کے ساتھ ہی مربوط رہتا ہے۔''

بہر حال ان جوابی دلائل کا مطالعہ ان کی کتب میں کیا جاسکتا ہے ، جہاں اس موقف کی پوری تردید بھی موجود ہے۔ مذاکرہ میں حافظ محمد زبیر نے اس موقف کی طرف اشارہ کیا تھا۔

◉ آخری گروہ کا دوسرا طبقہ وہ ہے جنھوں نے اصل کے اعتبار سے ہی اس مسئلہ کو شرعاً جائز قرار دیا ہے، اور وہ پاکستان میں جاوید احمد غامدی صاحب کا ادارہ 'المورد' ہے جو اصلاً ہی اس بنا پر تصویر کو فی ذاتہ جائز بلکہ مرغوب ومطلوب قرار دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند کرتے ہیں۔ یہ لوگ قرآنِ کریم کی آیت میں حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں کہ حضرت سلیمان کے لئے تو ایک فعل جائز ہو اور قرآن اس کو جائز قرار دے، لیکن شریعتِ محمدیؐ میں آکر یہ پسندیدہ 'فعلِ تشکر' مذموم ٹھہر☆ جائے، اور احادیث میں ان کی حرمت اور شناعت کا بیان آجائے۔

زیادہ مناسب ہے کہ اس موقف کو تیسرے کی بجائے مستقل چوتھے گروہ کے طور پر سمجھا جائے کیونکہ غامدی حلقہ ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر اور مجسّموں کو بھی جائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ تصویر کی حرمت کے مروّجہ شرعی موقف پر شدید تنقید کرتے ہوئے غامدی حلقہ تصویر کی حرمت کو خالصتاً خارجی وجوہات پر موقوف ٹھہراتا اور احادیث میں بیان کردہ حرمت و شناعت کو ان خارجی وجوہات کے حوالے سے ہی مخصوص قرار دیتا نظر آتا ہے۔ تجدد پسندوں کا یہ طبقہ ایسا ہے جو ہر نوعیت کی تصویر کو براہِ راست مطلوب قرار دیتا ہے۔ ان کا مجسمہ سازی کے بارے میں بھی یہی موقف ہے بلکہ وہ اس سلسلے میں ذی روح اور غیر ذی روح میں بھی کوئی فرق نہیں کرتے۔ ان کی نظر میں فی زمانہ تصویر شرک کی بجائے معلومات کو بآسانی منتقل کرنے اور یادداشت کو محفوظ رکھنے کی خاطر استعمال ہورہی ہے جو ایک تمدنی ضرورت ہے، جس کی اسلام میں اس کی

☆ حالانکہ حضرت سلیمان کے تماثیل کے بارے میں علما کا یہ موقف ہے کہ وہ بے جان اشیا کی تماثیل تھیں یا ان کی اجازت صرف ان کی شریعت تک محدود تھی، احادیث میں واضح طور پر بکثرت آجانے اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو تصویریں مٹانے کے مشن پر متعدد بار بھیجنے سے شریعتِ محمدیؐ کا موقف اس بارے میں بالکل واضح اور بین ہے۔ اب بہن بھائیوں کی آپس میں شادی وغیرہ کو بھی کیا محض اسی بنا پر آج گوارا کرلیا جائے؟

www.KitaboSunnat.com

کوئی ممانعت موجود نہیں۔فن مصوری کے بارے میں ایک سوال پر ان کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

''وہ فن جس پر شرعاً کوئی اعتراض نہیں......قرآنِ مجید اس پر کوئی تنقید نہیں کرتا بلکہ سلیمان علیہ السلام کے اس فن سے فائدہ اُٹھانے کو اللہ کا فضل قرار دیتے ہوئے اس پر شکر بجا لانے کو کہتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ فن اپنے اندر ایسی شرافت رکھتا ہے کہ اسے کوئی بھی مسلمان اختیار کرے۔''

('تصویر کا مسئلہ' از محمد رفیع مفتی: ص ۹۶)

بہرحال اس آخری گروہ کا موقف بھی یہ ہے کہ ٹی وی پر آنا شرعی حوالے سے کوئی ناپسندیدہ امر نہیں بلکہ شریعت کے حکم ممانعت میں ہر تصویر سرے سے داخل ہی نہیں۔

نتیجہ و ثمرہ

مذکورہ بالا تینوں گروہوں کے جہاں مسئلہ تصویر پر موقف باہم مختلف ہیں، وہاں اس مسئلہ کے جواز کے لئے ہر صاحبِ علم نے اپنا اُسلوبِ استدلال اختیار کیا ہے۔ایسا تو ضرور ہوا کہ کوئی شخصیت کھلے بندوں اس معاملہ کو جائز قرار دے رہی ہے اور کوئی مجبوری واضطرار یا حالات کے جبر کے نام پر بادلِ نخواستہ اس ضرورت کو تسلیم کررہی ہے۔ظاہر ہے کہ ہر موقف کے استدلال اور توجیہ سے نتائج میں بھی خاطر خواہ فرق واقع ہوتا ہے، چنانچہ

پہلے گروہ کے موقفِ اضطرار یا اخف الضررین کے مطابق سنگین حالات میں تصویر کی گنجائش نکالی جائے گی اور وہ بھی بادلِ نخواستہ۔ جبکہ پہلے گروہ کے دوسرے موقف کے مطابق گڑیوں کے کھیل سے استدلال کرتے ہوئے یا مقاصد عامہ کے تحت ایسی تمدنی ضروریات کے لئے تصویر کی اجازت ہوگی جن کا حصول شریعت میں اصلاً جائز ہو۔

دوسرے گروہ کے مطابق تصویر تو حرام ہے لیکن وصفِ دوام نہ ہونے کے سبب وہ ٹی وی اور ویڈیو کو حرمتِ تصویر سے نکال لیتے ہیں۔اس لئے ان کے ہاں ٹی وی، ویڈیو اور ڈیجیٹل کیمرہ کو حسبِ خواہش استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جبکہ تیسرے گروہ کے ہاں فوٹوگرافی تصویر کا مصداق ہی نہیں، اس لئے صرف وہی تصویر حرام ہے جو ہاتھ سے بنائی جائے۔ چنانچہ تصویر بنانے اور فلم وویڈیو کی کھلی اجازت ہے، بلکہ آخری موقف کے مطابق تو یہ مطلوب شے ہے۔ بہرطوراَب آپ ان تقاریر کو خود بھی ملاحظہ فرمائیے۔ پروگرام کے آخر میں متفقہ طور پر منظور کی گئی قرارداد حسبِ ذیل ہے:

www.KitaboSunnat.com

''ملی مجلس شرعی کے زیراہتمام اس کے مستقل ارکان اور جملہ مکاتبِ فکر کے علماے کرام کا یہ وسیع تر اجلاس اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام کا حیات آفریں پیغام دوسروں تک جلد اور مؤثر انداز میں پہنچانے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں اور پروپیگنڈے کے ازالے کے لیے علماے کرام کو ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا چاہیے اور الیکٹرانک میڈیا کے لیے ایسے تعمیری، اصلاحی اور تعلیمی پروگرام بھی تیار کیے جانے چاہئیں جو شرعی منکرات سے پاک ہوں، اسلامی دعوت واصلاح اور تبلیغ کے لیے مفید ہوں اور جن سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناجائز اور مکروہ پروپیگنڈے کا تدارک ہوتا ہو۔''

☜ جامعہ سلفیہ، فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی صاحب نے اس قرارداد پر اپنے قلم سے یہ اضافہ کیا اور اس پر اپنے دستخط ثبت کئے کہ

'' میڈیا پر جو تصاویر آتی ہیں، ان کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہوئے إلا من أكره وقلبه مطمئن کے پیش نظر میڈیا سے دفاعِ اسلام درست ہے۔''

☜ اس موقع پر مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے بھی ایک تحریر بطورِ قرارداد تیار کی تھی جو پیش تو نہ کی جاسکی، البتہ معلومات اور موقف کے اظہار کے لئے اس کا مسودہ ملاحظہ فرمائیے:

''اہل سنت کے تینوں مکاتبِ فکر اہلحدیث، دیوبندی اور بریلوی علماء کا ایک اجتماع جامعہ اسلامیہ، جوہر ٹاؤن لاہور میں بتاریخ ۱۳/اپریل ۲۰۰۸ء کو منعقد ہوا۔ موضوع تھا:

تبلیغ ودعوت کے لئے الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ) کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

تمام علما نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس مؤقف پر تقریباً تمام علما نے اتفاق ظاہر کیا کہ

- تصویر کی حرمت قطعی اور ابدی ہے، اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں۔
- تصویر ہاتھ سے بنی ہوئی ہو یا کیمرے کے ذریعے سے، دونوں میں کوئی فرق نہیں اور دونوں ہی یکساں طور پر حرام ہیں۔
- آج کل بعض لوگ دینی رہنماؤں، بزرگوں اور پیروں کی تصویریں فریم کرا کر دکانوں اور گھروں میں آویزاں کرتے ہیں، اسی طرح بعض علماء اور نعت خوانوں کی تصاویر پر مبنی اشتہارات عام شائع ہورہے ہیں، یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔
- تاہم ٹی وی وغیرہ پر لادینیت کی جو یلغار ہے، اس کے سدباب کے لیے علما کے تبلیغی پروگراموں میں حصہ لینے کی اسی طرح گنجائش ہے جیسے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے

www.KitaboSunnat.com

لیے بامر مجبوری تصویر کا جواز ہے۔''

☜ آخر میں سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کونسل کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے:

”النهي عن التصوير عام دون نظر إلى الآلة والطريقة التي يكون بها التصوير. أما التلفزيون فيحرم ما فيه من غناء أو موسيقي وتصوير وعرض صور ونحو ذلك من المنكرات ويُباح ما فيه من محاضرات إسلامية ونشرات تجارية أو سياسية ونحو ذلك مما لم يرد في الشرع منعه وإذا غلب شره على خيره كان الحكم للغالب“

''تصویر کی حرمت عام ہے، چاہے آلہ یا کسی بھی طریقہ سے تصویر لی جائے۔ البتہ ٹی وی پر گانے، موسیقی اور تصاویر جیسی منکرات حرام ہیں، لیکن اسلامی لیکچر، تجارتی اور سیاسی خبریں جن کی شریعت میں ممانعت وارد نہیں، جائز ہیں۔ البتہ جب اِن کا شر خیر پر غالب آ جائے تو اعتبار غالب کا ہوگا۔'' (فتاوٰی اللجنة الدائمة: ۱/۶۷۴، فتویٰ نمبر: ۵۸۰۶)

مذکورہ بالا قراردادوں اور فتاویٰ سے یہ بات البتہ کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ موجودہ حالات میں تصویر کی حرمت کی بنا پر ٹی وی مذاکروں مباحثوں میں شرکت نہ کرنا شرعی طور پر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ پاکستان کے جملہ مکاتبِ فکر کے علما نے تبلیغ اسلام کے لئے تصویر کو گوارا یا جائز سمجھنے پر اتفاق کیا ہے، البتہ کسی انتظامی مشکل یا ٹی وی پروگرام کی نوعیت وترتیب کے پیش نظر اس سے وقتی طور پر ضرور گریز کیا جاسکتا ہے۔ علما کو نہ صرف اس حوالے سے مزید کوششیں بروے کار لاتے ہوے اپنے تجربہ واستدلال کو کام میں لانا چاہئے بلکہ دیگر ایسے ذرائع جن کے بارے میں کسی قسم کی حرمت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ان تک بھی اپنی دعوت کو وسیع کرنا چاہئے مثلاً ایف ایم ریڈیو چینل اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

یاد رہے کہ موجودہ متفقہ فتویٰ کا محرک وہ صورتحال ہے جس نے ٹی وی پر چینلوں کی کثرت کے حوالے سے جنم لیا ہے، اس کا شافی وکافی جواب اُسی مقام پر ہی دیا جاسکتا ہے جہاں سے یہ فتنہ پیدا ہورہا ہے۔ علما کے روایتی ذرائعِ دعوت، منبر ومحراب اور رسائل وجرائد سے نئے پیدا ہونے والے فکری انتشار کا مداوا ممکن نہیں۔ فی الوقت علما کے منصبِ تبلیغ دین کے حوالے سے یہ المناک صورتحال درپیش ہے کہ عوام کے دینی رجحانات وتصورات مسخ کئے جارہے ہیں، اس لئے اس کا شافی جواب ہرصورت دیا جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ علما کو اپنے فرائضِ منصبی کو مزید بہتر طور پر پورا کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور فرمائے۔ (حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ تصویر پر بعض مصادر ومراجع

صفحات

- الجواب المفيد في حكم التصوير (عربي/ اردو) ص ۲۰
شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز
- حكم الإسلام في التصوير (عربي) ص ٦٨
شیخ ابن باز، شیخ ألباني، شیخ صالح فوزان، شیخ صابوني
- حكم التصوير الفوتوغرافي (عربي) ص ۲٥
شیخ ولید بن راشد السعيدان
- تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی شرعی حیثیت ص٦٢
مولانا گوہر رحمٰن
- تصویر کے شرعی احکام (اردو)
مولانا مفتی محمد شفیع
- أحكام التصوير في الشريعة الإسلامية (عربی/ اردو) ص ۲٥
شیخ عبد الرحمن عبد الخالق، کویت
- حكم التصوير وحكم اقتناء الصور وحكم الصور التي تمثل الوجه
شیخ محمد بن صالح العثيمين (عربي/ اردو) ص ۱۲
- الجواب الشافي في إباحة التصوير الفوتو غرافي (عربي)
شیخ محمد بخيت المصري
- حكم التصوير الفوتوغرافي (عربي/ اردو) ص ۱۲
شیخ محمد بن صالح العثيمين
- فوٹو گرافی کا جواز (اردو) ص ٩٤
رانا محمد شفیق پسروری
- تصویر کا مسئلہ (اردو) ص ٩٦
محمد رفیع مفتي
- جواز تصویر (اردو) ص ۷۰
مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری

www.KitaboSunnat.com

مذاکرہ علمیہ

شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی

مسئلۂ تصویر

تصویر کا لغوی مفہوم

تصویر کا معنی ہے: صَنعُ الصورة یعنی تصویر بنانا

صورة الشيء کا معنی ہوتا ہے: هيئته الخاصَّة التي يتميَّز بها عن غيره "اس کی مخصوص ہیئت وشکل جس کے ذریعے وہ دوسری چیزوں سے ممتاز ہوجائے۔" اسی لیے اللہ تعالیٰ کو مُصوِّر کہا گیا ہے، کیونکہ اس نے تمام موجودات کو ان کے اختلاف وکثرت کے باوجود مخصوص شکل اور الگ ہیئت عنایت فرمائی ہے۔

(النہایۃ از ابن اثیر:۳/۵۸،۵۹ اور لسان العرب:۴/۴۷۳)

✳ أقرب الموارد میں ہے:

صوَّر تصويرًا جَعَل له صورة وشكلًا ونقشه ورسمه. الصُّورة بالضم: الشكل وكُلّ ما يصور مشبهًا بخلق الله من ذوات الروح وغيرها (۱/۶۶۹)

"اس کی صورت اور شکل بنائی، اس کے خدوخال بنائے، اس کی منظر کشی کی اور تصویر بنائی۔

"صاد پرضمہ کے ساتھ لفظ صورہ، ذی روح اور غیر ذی روح کی اللہ کی تخلیق کی مشابہت میں تصویر بنانا۔"

✳ تاج العروس میں ہے:

الصُّورة ما ينتقش به الإنسان ويتميز بها عن غيره (۲/۳۴۲)

"انسان کے خدوخال بنانا، جس سے اسکو پہچانا جا سکے اور وہ دوسری چیزوں سے ممتاز ہو سکے۔"

✳ مُفردات القرآن از امام راغبؒ میں ہے کہ کسی عینی یا مادی چیز کے ظاہری نشان اور خدوخال جس سے اسے پہچانا جاسکے اور دوسری چیزوں سے اسکا امتیاز ہو سکے۔ (مترجم:ص۹۵۰)

☆ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

✳ القاموس الوحيد میں ہے:

صور الشيء أو الشخص (ص۹۵۰)

''تصویر بنانا یا نقشہ کھینچنا، منظر کشی کرنا، فوٹو کھینچنا''

التصویر: انسان کا فوٹو، تصویر، کسی بھی جان دار یا غیر جاندار کی تصویر جو قلم وغیرہ سے کاغذ یا دیوار وغیرہ پر بنائی گئی ہو یا کیمرے سے لی گئی ہو۔

التصوير الشمسي: کیمرے سے لیا ہوا فوٹو، عکسی تصویر

التصوير الفوتوغرافي: عکسی تصویر، فوٹو

✳ الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

التصوير: صنع الصورة التي هي تمثال الشيء أي: ما يماثل الشيء ويحكي هيئته التي هو عليها سواء أكانت الصورة مجسمة أو غير مجسمة أو كما يعبر بعض الفقهاء: ذات ظل أو غير ذات ظل (۲۲/۹۲،۹۳)

''شکل وصورت بنانا جو چیز کی تمثیل ہے یعنی شے جیسی ہے، اس کی اصل ہیئت کی حکایت وعکس ہے۔ چاہے صورت کی پیکر اور جسد ہو یا پیکر وجسم نہ ہو اور بعض فقہا کے بقول اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔''

✳ صورت کا اطلاق محض چہرہ پر بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے:

نهى النبي ﷺ أن تُضرب الصورة (صحیح بخاری:۵۵۴۱)

''نبی اکرم ﷺ نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا۔''

تصویر کا حکم

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصُنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ وسواء ما كان في ثوبٍ أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أوحائط وغيرها...لا فرق في هذا كله بين ما له ظل

www.KitaboSunnat.com

أو ما لا ظل له... جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وأبي حنيفة وغيرهم

(شرح صحیح مسلم: ۲/۱۹۹ پاکستانی نسخہ؛ عمدۃ القاری: ۱۰/ ۳۰۹)

''شوافع اور دوسرے علما کے نزدیک جاندار کی تصویر انتہائی سخت حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ احادیث میں اس پر شدید ترین دھمکی دی گئی ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر ایسی چیز پر بنائی کہ اس کی توہین کی جاتی ہے یا کسی اور چیز پر تصویر بنانا، ہر حالت میں حرام ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ تصویر کپڑے پر ہو یا بچھونے پر، درہم و دینار یا پیسے پر ہو یا برتن اور دیوار پر یا کسی اور چیز پر۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ تصویر کا سایہ ہو یا سایہ نہ ہو۔ صحابہ تابعین اور بعد کے علما کی اکثریت کا یہی قول ہے اور امام ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے فقہا کا بھی یہی موقف ہے۔''

ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک ہر قسم کی تصویر، چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، حرام ہے۔ اور مالکیہ کے ہاں اختلاف ہے جیسا کہ علامہ دردیرؒ الشرح الصغير على مختصر الخليل میں لکھتے ہیں:

الحاصل أن تصاوير الحيوانات تحرم إجماعًا إن كانت كاملة، لها ظل مما يطيل استمراره، بخلاف ناقص عضو لا يعيش به لو كان حيوانًا وبخلاف ما له ظل له كنقش ورق أو جدار. وفيما لا يطيل استمراره خلاف، والصحيح حرمته (الصاوي على الشرح الصغير: ج ۲/ص ۵۰۱ بحوالہ تكملة فتح الملهم: ج ۴/ص ۱۵۹)

''خلاصہ یہ ہے کہ جانداروں کی تصاویر بالاتفاق حرام ہیں۔ جب وہ کامل ہوں اور سایہ دار ہوں جو طویل عرصہ تک رہتی ہیں۔ البتہ اگر ان کا ایسا عضو موجود نہ ہو جس کے سبب جاندار زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح جس تصویر کا سایہ نہ ہو، جب وہ کاغذ یا دیوار پر منقش ہو یا ایسی چیز پر بنی ہو جو تادیر نہیں رہتی تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ وہ بھی حرام ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

غیر سایہ دار کی تصویر

وہ حضرات جو غیر سایہ دار کی تصویر کو جائز سمجھتے ہیں، ان کا مقصود یہ ہے کہ مجسمہ چونکہ سایہ دار ہوتا ہے، اس لئے وہ تو حرام ہے، البتہ جو تصویر کاغذ یہ کپڑے پر منقوش ہو، مجسمہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسی تصویر جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رقم في الثوب (کپڑے پر نقش) کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن رقم في الثوب کو تصویر قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے مراد غیر جاندار کی تصویر ہے۔ کپڑے پر بھی تصویر حرام ہے کے بعض دلائل یہ ہیں:

① حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں:

قدم رسول الله ﷺ من سفر وقد سترتُ بقرام لي على سهوة لي فيها تماثيل فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه (صحیح بخاری:۵۹۵۴)

"رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے ایک باریک باتصویر پردہ سے طاقچہ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا۔"

② دوسری حدیث ہے:

"میں نے تصاویر والا گدا خریدا تو نبی اکرم ﷺ دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوگیا، میں اللہ تعالیٰ سے معافی کی طلب گار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ماهذه النمرقة؟ یہ گدا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ آپ ﷺ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لیے ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

«إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة» (صحیح بخاری:۵۹۵۷)

قیامت کے دن ان تصویر سازوں کو عذاب پہنچایا جائے گا۔"

اس کے تحت حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

يُستفاد منه أنه لا فرق في تحريم التصوير بين أن تكون الصورة لها ظل أوْلا ولا بين أن تكون مدهونة أومنقوشة أومنقورة أومنسوجة (۱۰/ ۳۹۰)

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر کے حرام ہونے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا سایہ ہے یا نہیں؛ وہ رنگ سے بنی ہے، منقش ہے یا کھودی گئی یا بُنی گئی ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

يؤيد التعميم فيما له ظل وفيما لا ظل له ما أخر جه أحمد من حديث علي أن النبي ﷺ قال: أيكم ينطلق إلى المدينة فلا يدع بها وثنا إلا كسره ولا صورة إلا لطخها أي طمسها (فتح الباری:۱۰/ص۳۸۴)

''ہر قسم کی تصویر حرام ہے، چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو،اس کی دلیل مسند احمد میں حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون مدینہ جائے گا تاکہ اسے جو وَثن (بت مجسمہ) ملے، اسے توڑ دے اور ہر تصویر کو مٹا دے۔''

③ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں ایک گھر میں داخل ہوئے تو ایک مصور کو دیوار پر تصویر بناتے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی: «ومن أظلم ممَّن ذهب يخلق كخلقي» (صحیح بخاری:۵۹۵۳)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری تخلیق کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔''

اس کی توضیح میں امام ابن بطال مالکیؒ فرماتے ہیں:

فهم أبو هريرة أن تصوير يتناول ما له ظل وما ليس له ظل فلهٰذا أنكر ما ينقش في الحيطان (فتح الباری:۱۰/۳۸۶)

''حضرت ابوہریرہؓ نے تصویر کا اطلاق سایہ اور غیر سایہ ہر دو تصاویر پر کیا ہے۔ اسی لیے دیوار پر نقش بنانے پر اعتراض کیا۔''

کیمرے یا ویڈیو کی تصویر

کیا تصویر کا اطلاق صرف اُس پر ہوتا ہے جو ہاتھ سے بنائی جائے؟ بعض علما کا نظریہ ہے کہ تصویر شمسی یعنی فوٹوگرافی عکس اور فوٹو ہے اور یہ ہاتھ سے بنی ہوئی وہ تصویر نہیں ہے جو حرام ہے۔ لیکن یہ رائے درست نہیں ہے، کیونکہ تصویر عام ہے چاہے وہ ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرہ سے، ہر دو کو تصویر ہی کہتے ہیں، جیسا کہ آغاز میں علماے لغت کی تصریحات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح ہاتھ ایک آلہ اور ذریعہ ہے جس سے تصویر بنائی جاتی ہے، ایسے ہی کیمرہ بھی آلہ اور ذریعہ ہے جس سے تصویر کھینچی جاتی ہے اور کیمرہ کا استعمال بھی ہاتھ ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ہاتھ کے ذریعے کیمرہ میں فلم ڈالی جاتی اور ہاتھ ہی سے اس فلم کے نوک پلک

www.KitaboSunnat.com

سنوارے جاتے ہیں۔ اور اس کو صاف شفاف بنایا جاتا ہے، حتیٰ کہ جس کی تصویر لینا ہوتی ہے، اس کی طرف کیمرہ کا رخ بھی ہاتھ کے ذریعہ ہی درست کیا جاتا ہے۔

شیخ مصطفیٰ حمامی اپنی کتاب النهضة الإصلاحية میں لکھتے ہیں:

''جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ کیمرہ کے ذریعے بنائی گئی تصویر میں ہاتھ کا دخل نہیں، اس لیے وہ حرام نہیں ہے، ان کی مثال ایسے شخص کی ہے جو چیر پھاڑ کرنے والا شیر چھوڑ دیتا ہے اور وہ کسی کو قتل کر دیتا ہے یا بجلی کا کرنٹ کھول دیتا ہے جس سے ہر چیز تباہ ہوجاتی ہے یا کھانے میں زہر کی آمیزش کر دیتا ہے جسے کھانے والا مر جاتا ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو نے اسے قتل کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: نہیں میں نے تو اسے قتل نہیں کیا بلکہ شیر، بجلی اور زہر نے اسے مارا ہے۔'' (ص ۵۶۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضورِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

«من صوَّر صورة في الدنيا كلِّف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح وليس بنافخ» (صحیح بخاری: ۵۹۶۳، صحیح مسلم: ۲۱۱۰)

''جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی، اس کو قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ روح پھونک نہیں سکے گا۔''

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

«إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيُوا ما خلقتم» (صحیح بخاری: ۵۹۵۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں، اُنہیں قیامت کے دن عذاب پہنچایا جائے گا اور اُنہیں کہا جائے گا جو کچھ تم نے بنایا ہے، اسے زندہ کرو۔''

ان احادیث میں سے پہلی حدیث میں لفظ صورة نکرہ ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے اور اس کا اطلاق ہر قسم کی تصویر پر ہوتا ہے، چاہے وہ کپڑوں پر نقش ہو یا کاغذ پر، اس کا مستقل جسم ہو یا جسم نہ ہو؛ وہ ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرہ سے، ہر شکل کو لغت کی رو سے تصویر ہی کہتے ہیں جیسا کہ لغوی بحث میں گزر چکا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں یَصْنَعُوْنَ کا لفظ آیا ہے اور یہ بھی عام ہے، جس میں کسی آلہ یا ذریعہ کی تخصیص نہیں ہے کہ وہ ہاتھ سے بنی ہے یا کیمرہ

www.KitaboSunnat.com

سے یا کسی اور آلہ سے۔

ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر

بعض علماء کا موقف ہے کہ ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر 'حرام تصویر' نہیں ہے، بلکہ وہ تو محض سایہ یا عکس ہے، جس طرح شیشہ میں انسان کا عکس آجاتا ہے یا پانی پر اس کا عکس پڑتا ہے، یا دھوپ میں اس کا سایہ نظر آتا ہے۔ یہ بھی قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ:

① آئینے، پانی یا دھوپ میں عکس بننے میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ قدرتی طور پر بن جاتا ہے، بنایا نہیں جاتا جبکہ ٹی وی اور ویڈیو کی صورت میں خود بنایا جاتا ہے، خود بخود نہیں بنتا، اس لیے ٹی وی، کیمرہ کی تصویر انسان کی تخلیق ہے۔

② مزید برآں یہ عکس عارضی اور فانی ہوتا ہے جب تک انسان آئینے یا پانی کے سامنے ہے اور دھوپ میں چل رہا ہے تو یہ عکس قائم رہے گا اور جوں ہی انسان اس کے سامنے نہیں رہے گا، عکس خود ختم ہوجائے گا اور اس کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا جبکہ ٹی وی اور ویڈیو وغیرہ میں اس کا عکس محفوظ کرلیا جاتا ہے اور اس کے محفوظ کرنے کے لیے آلہ اور ہاتھ دونوں استعمال ہوتے ہیں اور یہ عکس طویل عرصہ کے لیے محفوظ ہوجاتا ہے، نقش برآب نہیں ہوتا۔

③ ان قدرتی اشیاء میں عکس اظہارِ شخصیت اور رہنمائی کے لیے نہیں، شخصی اور ذاتی حیثیت سے ہے جو خود دیکھتا ہے، دکھاتا نہیں ہے۔ جبکہ آلات فوٹوگرافی کے ذریعے بے شمار لوگوں کے فوٹو بیک وقت بنائے جاتے اور ان کی رونمائی ہوتی ہے یعنی دوسروں کو دکھائے جاتے ہیں۔ فلم اور سی ڈیز کے ذریعے ان کو لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور جب چاہیں آلات کے ذریعے اس کو دیکھ سکتے ہیں اور لوگوں پر اثرات ونتائج پیدا ہوتے ہیں۔ آج کل ٹی وی چینلز کی کارستانیاں اپنے رنگ دکھا رہی ہیں جو لوگوں میں اشتعال پیدا کرکے تباہی کا باعث بن رہی ہیں۔

④ آئینہ میں ہر انسان مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور عورتیں میک اَپ کرکے بن سنور کر اپنا چہرہ دیکھتی ہیں اور اس پر کوئی پابندی نہیں، کیونکہ اس سے دوسروں کے جذبات نہیں بھڑکتے۔ اگر ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر، تصویر نہیں ہے تو کیا عورتوں

www.KitaboSunnat.com

کی ویڈیو تیار کرنا درست نہیں ہوگا اور ان کا ٹی وی کے سامنے ننگے سر، ننگے منہ میک اپ کر کے آنا جائز نہیں ہوگا؟ کیا اس پر پابندی عاید کرنا ممکن ہوگا اور باتصویر رسالوں میں ان کے جو فتنہ ساماں پوز شائع ہوں گے، ان پر قدغن عاید کرنا آسان ہوگا؟ ان آلات کے ذریعے جو بے حیائی اور بے شرمی پر مبنی مناظر عام ہو رہے ہیں اور عریانی اور فحاشی نے وبا کی صورت اختیار کر لی ہے، اس کے سامنے بند باندھنا کیا جوئے شیر بہانے کے مترادف نہیں ہوگا۔

تبلیغ دین کی ضرورت کے لئے تصویر سازی

یہاں عموماً ایک فقہی اُصول اور ضابطہ کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات مجبوری اور اضطرار سے ناجائز چیز مباح ہو جاتی ہے۔لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضرورت اور مجبوری کا دائرہ کیا ہے، اس کی تعیین یا تحدید ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ عام ہے تو ہمارے ملک کی تباہی کا باعث بھی تو عدالت کا نظریۂ ضرورت ہی بنا ہے ۔اس پر تمام حضرات کیوں معترض ہیں اور اس کے دفن کرنے پر کیوں زور دیا جا رہا ہے۔

اگر تبلیغ دین اور مصالح کے تحت تصویر کو جائز قرار دیا جائے گا تو کیا دوسروں کو تصویر سے روکا جاسکے گا؟ اور کیا دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے تصویر اور فوٹو کا ہونا ضروری ہے یا مجبوری؟ کیا تصویر کے بغیر یہ کام نہیں ہوسکتا؟ اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ آپ کھڑے ہونے کی اجازت دیں، ''لیٹنے کی جگہ ہم خود بنا لیں گے۔'' دین کے لیے دین کے مخالف اور متصادم ذرائع سے کام لینا کیا دینی طور پر درست ہوگا؟

فی زمانہ اپنی اپنی سوچ اور نظریے کے مطابق جماعۃ الدعوۃ اور تبلیغی جماعت بغیر تصویر کے وسیع پیمانے پر دعوتِ دین کا کام کر رہے ہیں اور آج تصویر کے سوا بھی اس قدر ذرائع ابلاغ پیدا ہو چکے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں، آخر ان سب سے کیوں کام نہیں لیا جاتا اور ان کے ذریعے دین کیوں نہیں پھیلایا جاتا۔سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ اپنا عمل اور سیرت و کردار ہے ہم اس سے اس قدر کیوں غافل ہو چکے ہیں جو دعوتِ دین اور اشاعتِ دین کا نبویؐ اور منصوص ذریعہ ہے اور مؤثر ترین بھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مذاکرۂ علمیہ

حافظ صلاح الدین یوسف

الیکٹرانک میڈیا اور اس کا استعمال

علماے کرام کے لیے ایک راہنما تحریر

آج کل الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ، ریڈیو وغیرہ) اور پرنٹ میڈیا (اخبارات ورسائل) نشرواشاعت کے جدید اور انتہائی مؤثر ذرائع ہیں جن کے ذریعے لاکھوں اور کروڑوں افراد تک اپنی آواز پہنچائی جاسکتی اوران کے دل ودماغ کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔

ان ذرائع ابلاغ کے موجد چونکہ ملحد اور سیکولر قسم کے لوگ ہیں جو کسی قسم کے اخلاقی اُصول اور ضابطۂ حیات کے قائل نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ایسی تہذیب کے قائل ہیں جس میں شرم وحیا اور عفت وپاکدامنی کا کوئی تصور نہیں ہے، چنانچہ وہ ان ذرائع ابلاغ کو اپنی حیا باختہ تہذیب اور اپنے لادینی نظریات وافکار کے پھیلانے کے لیے بے دریغ استعمال کررہے ہیں۔

دوسری طرف بدقسمتی سے اسلامی ممالک میں برسراقتدار طبقات، سوائے ایک آدھ ملک کے، سب کے سب وہ ہیں جو ذہنی طور پر مغرب کے غلام ہیں اور ان کے افکار کارگہِ مغرب ہی کے ڈھلے ہوئے ہیں یا پھر وہ ہیں جو اسلامی نظام وتہذیب کے نفاذ کے حامی نہیں اور ایمانی جرات وقوت سے بھی محروم ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی معاشی وسیاسی پالیسیوں نے اُن کو مغرب کا دریوزہ گر اور حاشیہ بردار بنا کر رکھا ہوا ہے جس نے ان کو اپنی اسلامی اقدار وروایات کے احیاء وفروغ اور قومی خودداری وسلامتی کے تحفظ کے جذبے سے بھی عاری کردیا ہے۔

اِن حالات کا جبر اور نتیجہ یہ ہے کہ مغرب کے ذرائعِ ابلاغ اور مسلمان ممالک کے ذرائع ابلاغ میں کوئی خاص فرق نہیں رہ گیا ہے۔ دونوں ذرائع ابلاغ شب وروز بے حیائی کو پھیلانے میں نہایت سرگرمی سے مصروف ہیں جس سے مسلمانوں کی نسلِ نو شدید متاثر ہورہی

☆ مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف ...... دار السلام، لاہور   سابق مدیر ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور

www.KitaboSunnat.com

ہے اور وہ اپنے دین اور اسلامی تہذیب سے دور سے دور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مسلمان ذرائع ابلاغ (اخبارات اور ٹی وی وغیرہ) اگر کوئی دینی پروگرام نشر بھی کرتے ہیں تو وہ اصل دین نہیں ہوتا بلکہ دین کے نام پر جو غیر شرعی رسومات رائج ہیں، ان کا پرچار کرتے ہیں یا پھر ان متجد دین اور منحرفین کو دین کی تشریح کے لیے بلاتے ہیں جو مغربی تہذیب کی تمام قباحتوں کو سندِ جواز مہیا کردیتے ہیں۔

اس صورتحال نے اُس اسلامی طبقے کو پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے جو اسلامی تہذیب وتمدن اور اقدار وروایات کے تحفظ اور ان کے فروغ وذیوع کا جذبہ اپنے دلوں میں رکھتا ہے۔ وہ اگرچہ کتابوں اور رسائل وجرائد کے ذریعے سے دین اسلام کی ترویج اور اس کے احیا وفروغ کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کام کر رہا ہے، لیکن ان مساعی سے ایسے کروڑوں افراد تک دین اسلام کا صحیح تصور پہنچنا ناممکن سا ہے جو صرف جدید ذرائع ابلاغ ہی سے استفادہ کرتے ہیں یا بالفاظِ دیگر وہ ان کی زد میں ہیں۔

بنا بریں اسلامی جذبہ وشعور سے بہرہ ور یہ دینی طبقہ جدید ذرائع ابلاغ کو بھی اسلام کی نشر واشاعت کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کی راہ میں متعدد رکاوٹیں ہیں جس کے لیے وہ علماے اسلام کی راہنمائی کا طالب ہے۔ مثلاً

1. ٹی وی پر جتنے پروگرام ٹیلی کاسٹ (نشر) ہوتے ہیں، ننانوے فیصد بے ہودہ، مخرب اخلاق، حیا سوز اور ایمان شکن ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ لہو ولعب کا ایسا آلہ ہے جہاں پاکیزہ پروگرام پیش کرنا اُس پروگرام کے تقدس کے منافی محسوس ہوتا ہے۔
2. تصویر شرعاً حرام ہے اور اس میں تصویر ناگزیر ہے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اس کا جواب اکثر علماء یہ دیتے ہیں کہ ٹی وی وغیرہ محض ایک آلہ ہیں، اُنہیں خیر کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور شر کے لیے بھی۔ اگر خیر کے لیے اُنہیں استعمال کیا جائے تو ان کا استعمال جائز ہے، بصورتِ دیگر ناجائز۔ تاہم تصویر کا مسئلہ بلاشبہ نہایت قابل غور ہے، کیونکہ تصویر کی بابت اسلام کے احکام بہت سخت ہیں، ان کے پیش نظر اس کے جواز کا موقف رکھنا ممکن نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں بعض علماء تصویر کی دو قسمیں کرتے ہیں: ایک وہ جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہے اور دوسری جو کیمرے کے ذریعے سے بنتی ہے۔ اس دوسری قسم کو وہ آئینے کے عکس کی طرح قرار دے کر اس کے جواز کی گنجائش نکالتے ہیں۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ موقف کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیمرے کی تصویر کو آئینے یا پانی کے عکس کی طرح نہیں سمجھا جا سکتا اور دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیمرے کی تصویر بھی اپنے نتیجے اور اثر کے اعتبار سے ہاتھ کی تصویر سے قطعاً مختلف نہیں بلکہ کیمرے کی تصویر صفائی، حسن اور جاذبیت کے اعتبار سے ہاتھ کی تصویر سے کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ فتنہ انگیز ہے اور کیمرے کی ایجاد نے تصویری فتنے کو جتنا عام اور خطرناک بنا دیا ہے، چند سال پہلے تک اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ موقف یکسر غلط اور بے بنیاد ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعض علما نے ایک اور طرح سے تصویر کی دو قسمیں بنائی ہیں: ایک تو وہ جو ٹی وی پر نشر کرنے کیلئے پہلے سٹوڈیو میں بطورِ فلم تیار کر لی جاتی ہے اور پھر اسے ٹی وی پر ریلیز کر دیا جاتا ہے۔ یہ علما اس صورت کو جائز قرار دے کر ٹی وی پروگراموں میں شرکت کو جائز سمجھتے ہیں۔

ایک تیسری رائے یہ ہے کہ تصویر بہر صورت حرام ہے اور اضطراری صورت کے علاوہ تصویر کشی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ان علمائے کرام کا کہنا ہے کہ کسی بھی نیک مقصد کے لیے ناجائز ذریعہ اور وسیلہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اچھے مقصد کے لیے ذریعہ بھی جائز ہی ہونا چاہیے، کیونکہ ہم جائز حدود میں رہ کر ہی کام کرنے کے مکلّف ہیں، اس سے زیادہ کے ہم مکلّف ہی نہیں ہیں: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶) اس لیے اگر ہم جائز حدود میں رہتے ہوئے تبلیغ ودعوت میں کوتاہی نہیں کرتے، تو قطع نظر اس کے کہ ہمیں کامیابی حاصل ہوتی ہے یا نہیں، عنداللہ ہم ماجور ہی ہوں گے، ماخوذ نہیں۔ اور اگر ہم حدود شکنی کر کے اپنے دائرۂ تبلیغ کو وسعت دے دیتے ہیں، تو کامیابی یا ناکامیابی کا علم تو اللہ ہی کو ہے، لیکن ہم شاید مؤاخذۂ الٰہی سے نہ بچ سکیں، کیونکہ حکم الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

''اللہ کی حدوں سے تجاوز کرنے والے ظالم ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

اور ظالم اللہ کے ہاں مجرم متصور ہوں گے نہ کہ محسن (اچھا کام کرنے والے)۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جوا اور شراب کی حرمت کی بابت سوال کے جواب میں فرمایا ہے: ﴿فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (البقرۃ:۲۱۹) ''ان دونوں میں بہت گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔'' اس جواب میں ایک نہایت اہم اُصول کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ کچھ نہ کچھ فوائد تو ہر چیز میں ہوتے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ فوائد کے مقابلے میں نقصان اور ضرر کتنا ہے؟ اگر ضرر کی مقدار زیادہ ہوگی تو وہاں فوائد کو نظر انداز کر کے نقصان کو اہمیت دی جائے گی اور اس کے پیش نظر اس کی حرمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اسلامی چینل کے قیام کا ایک بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جو گھرانے ابھی تک ٹی وی سے محفوظ ہیں، اس بہانے ان گھروں میں بھی ٹی وی آجائے گا اور اس کے بے ہودہ پروگراموں سے پھر انکے بچے بھی 'محظوظ' ہوں گے جن کو ابھی تک ان کے والدین نے اس لعنت سے بچایا ہوا تھا۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ مذہبی جماعتوں کے قائدین اور راہنماؤں کے اندر بھی اخبارات میں اپنی تصویروں کی اشاعت ووسعت میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔ عوام کی اکثریت فقہی باریکیوں سے تو ناآشنا ہوتی ہے، وہ علماء کے ٹی وی چینل پر جلوہ افروز ہونے کو اپنے بے مقصد اور بلاضرورت شادی بیاہ کی تقریبات کی فلم سازی کے لیے وجہِ جواز بنالیں گے۔

تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ مذہبی جماعتوں کے قائدین اور راہنماؤں کے اندر بھی اخبارات میں اپنی تصویروں کی اشاعت کا اور اپنے پروگراموں کی ویڈیو فلمیں بنانے کا شوق بڑھتا جارہا ہے، ٹی وی کے اذنِ عام سے اس غیر شرعی رجحان کی بھی حوصلہ افزائی ہی ہوگی جب کہ ضرورت اس رجحان کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

چوتھا نقصان یہ ہوگا کہ عوام میں تصویر کی حرمت کا تصور ہی ختم ہوتا چلا جارہا ہے، ٹی وی کی اجازت سے اس عوامی رجحان کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس طرح کے اور بھی متعدد دینی نقصانات ہیں جو ٹی وی چینل کے جواز سے ہوں گے، ان کے مقابلے میں فوائد کیا ہوں گے؟ وہ موہوم ہیں، یقینی نہیں ہیں جب کہ مذکورہ نقصانات یقینی بھی ہیں اور حرمت کے فتویٰ کے باوجود ان کا ارتکاب بھی عام ہے۔

www.KitaboSunnat.com

باقی رہ گیا مسئلہ اضطرار کی صورت میں تصویر سازی کے جواز کا۔ اس کے لیے ایک فقہی اُصول کا حوالہ دیا جاتا ہے: الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعہ چیزوں کو بھی جائز کر دیتی ہیں)۔ یہ اُصول بجائے خود درست ہے مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا کیا واقعی ایسی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو؟ کیا آڈیو کے ذریعے سے یہ کام ایک عرصے سے نہیں ہو رہا ہے؟ اور کیا آڈیو کا ذریعہ ہی تبلیغ ودعوت کے لیے کافی نہیں ہے؟

مسلمان قوم اس وقت جس پستی میں گری ہوئی ہے، وہاں علما کے مواعظ ونصائح اس کے لیے یکسر غیر مؤثر ہیں۔ علماے کرام اپنے خطبات ودروس میں، جلسہ ہائے سیرت میں سالہا سال سے مسلسل قوم کی اصلاح وتطہیر اور تصفیۂ عقائد کا کام کر رہے ہیں، لیکن قوم عقائد سے لے کر اخلاق وکردار تک ہر معاملے میں دن بدن اصلاح ہونے کے بجائے زوال پذیر ہے، ترقی کے بجائے روبہ انحطاط ہے اور مذہب کے قریب آنے کے بجائے مذہب سے دور ہوتی جارہی ہے۔ اگر ویڈیو کا ذریعہ اختیار کر لیا جائے تو اس سے کیا اس کی اصلاح کا آغاز ہوجائے گا؟ اس کا عقیدہ وعمل صحیح ہوجائے گا؟ اس کی ترجیحات تبدیل ہوں جائیں گی؟ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فکر اس پر غالب آجائے گی؟

ہمیں تو اس تبدیلی کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے ورنہ اضطرار کی صورت میں حرام کے حلال ہونے کا اُصول تو خود قرانِ مجید میں موجود ہے۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (البقرۃ:۱۷۳) لیکن تبلیغ ودعوت کے لیے ٹی وی پر آنے کو نہ ایسی ناگزیر ضرورت ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ اضطراری ہی کہ جس سے حرمت کا حکم حلت میں تبدیل ہوجائے۔

بہر حال زیر بحث مسئلے کی یہ وہ صورتِ حال ہے جس پر راقم کافی غور وخوض اور مختلف مجالسِ مذاکرہ میں شرکت کے بعد پہنچا ہے۔ اس سلسلے کی ایک مجلس مذاکرہ حکیم حامد اشرف صاحب کی دعوت پر جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ فیصل آباد میں جون ۲۰۰۷ء میں ہوئی تھی، اس میں علماء کی اکثریت نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ علماء کو ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ملی مجلس شرعی کے ایک اجلاس منعقدہ ۴/نومبر ۲۰۰۷ء میں اس مسئلے پر غور وخوض ہوا جو جامعہ اشرفیہ، لاہور میں ہوا تھا۔اس میں فیصلہ کیا گیا کہ اہل سنت کے تینوں مکاتبِ فکر (اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی) کے علما کا مشترکہ وسیع تر اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ یہ اجلاس ۱۳/اپریل ۲۰۰۸ء کو مفتی محمد خان قادری صاحب کی درسگاہ جامعہ اسلامیہ، جوہر ٹاؤن لاہور میں ہوا جو صبح ۱۰ بجے سے شام ۵ بجے تک جاری رہا، اس میں پنجاب بھر سے متعدد علماے کرام نے شرکت کی اور مذاکرے میں حصہ لیا۔ اس میں بھی بالآخر یہی فیصلہ کیا گیا کہ حالات کا تقاضا ہے کہ علماء ٹی وی کے محاذ کو بھی دفاع اسلام کے لیے استعمال کریں اور اسے دشمنانِ اسلام ہی کے لیے مخصوص نہ رہنے دیں۔

گویا راقم الحروف اور اس کے ہم نوا بعض علما کے رائے کے برعکس، علما کی اکثریت اس بات پر مصر ہے کہ تبلیغ ودعوت کے لیے الیکٹرانک میڈیا کا استعمال کیا جانا چاہیے، وہ اسے اضطرار اور ضرورتِ مبیحہ کے تحت جواز کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ رائے اگرچہ محلِ نظر ہی ہے جیسا کہ اوپر اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے علماے کرام اور دیگر مخلصانِ اسلام کی خدمت میں ہماری یہی گزارش ہے کہ وہ اس کے جواز کو شرحِ صدر اور خوش دلی کے ساتھ تسلیم نہ کریں بلکہ اسے وہی حیثیت دیں جو شناختی کارڈ اور پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ ضروریات کے لیے فوٹو کی حیثیت ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کے اِخلاص کے پیش نظر ٹی وی تصویر سے بھی درگزر فرمادے جیسے اس سے شناختی کارڈ وغیرہ کی تصویر میں ہمیں معافی کی اُمید ہے۔

ہماری اس رائے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

① ٹی وی کے صرف ان پروگراموں میں شرکت کی جائے جن سے فی الواقع کچھ فائدہ متوقع ہو۔ یہ شرکت بھی اسی طرح مع الکراہت ہو جیسے شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر کھنچواتے وقت کراہت پیش نظر رہتی ہے۔

② ٹی وی مذاکرات میں شرکت سے گریز کیا جائے، کیونکہ ان میں ماہرانہ چابک دستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصحابِ زیغ وضلال کو بھرپور موقع دیا جاتا ہے اور صحیح الفکر علماء کو صرف استعمال کیا جاتا ہے جس سے فائدے سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

③ اپنا ٹی وی چینل بھی اس وقت تک قائم نہ کیا جائے جب تک اس کی پشت پر کوئی اسلامی ذہن رکھنے والی حکومت یا کوئی مضبوط جماعت نہ ہو جو نفع نقصان سے بالا ہو کر اس کے تمام پروگرام اسلامی خطوط پر تیار اور نشر کرے۔

④ علماے کرام کی تقاریر کی یا مذہبی جماعتوں کے اجلاس اور کانفرنسوں کی ویڈیو فلمیں سراسر ناجائز ہیں، اُن سے اجتناب کیا جائے۔

⑤ مذہبی جماعتیں اپنے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں صرف ان اخباری نمائندوں کو بلائیں یا ان کو آنے کی اجازت دیں جو تصویر کشی سے اجتناب کریں اور صرف رپورٹنگ پر اکتفا کریں۔

الغرض ٹی وی پر بوقتِ ضرورت تقریر کرنے کی اجازت کو بقدرِ ضرورت ہی اختیار کیا جائے، اور اس کو بنیاد بنا کر ہمہ قسم کی مصروفیات اور پروگراموں کو تصویری سانچوں میں ڈھالنا اور رائی کو پربت بنا لینا قطعاً صحیح نہیں ہوگا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فریاد

سجاد مرزا

یورپی اقوام ہیں، ساری کی ساری بے حیا!
ہم مسلمانوں کے دل کو ٹھیس پہنچاتے ہیں جو
تیرے محبوبؐ مکرم کی کریں توہین جو
جن کے ہاتھوں نے تخلیق کیے یہ خاکے برے
یہ مسلماں جو ترے محبوبؐ کی اُمت میں ہیں
ہر طرف سے ان مسلمانوں پہ کیوں یلغار ہے؟
ان مسلمانوں کی یا ربّ! آج تو فریاد سن

اے خدا! ان کو چکھا ان کے عمل کا مزا
ان ستم گاروں کو اپنے قہر سے کر آشنا!
ان زبانوں کو خدایا کیوں نہیں تو کاٹتا؟
دے سزا ان کو اسی دنیا میں اے ربِّ علیٰ
انکے دل ٹوٹے ہوئے ہیں دیکھ کر یہ سلسلہ
کیوں لعینوں کافروں کو تو نہیں ہے ڈانٹتا
کوئی پہلو تو نکلنا چاہیے تسکین کا!

www.KitaboSunnat.com

مذاکرۂ علمیہ

مولانا محمد رمضان سلفی

تصویر کی شرعی حیثیت اور تبلیغ دین کیلئے ویڈیو؟

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين وبعد! ......

ہمارے پیش نظر دو چیزیں ہیں، ایک تصویر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اور دوسری یہ کہ تصویری میڈیا میں اسلامی عقائد وافکار کی تبلیغ وترویج کی غرض سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ ان ہر دو مسائل کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

جہاں تک تصویر کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کائنات حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام کے دور یعنی خیرالقرون میں یہ مسئلہ حل ہو چکا ہے، جیسا کہ سعید بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس موجود تھا۔ دریں اثنا ان کے پاس ایک آدمی آیا اور گذارش کی کہ اے ابن عباسؓ! میری معیشت اور گذران اپنے ہاتھ کی صنعت ہے اور میں تصاویر اور فوٹو بنانے کا کام کرتا ہوں، (تو اس بارے میں آپ کا حکم کیا ہے؟) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کردیتا ہوں، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من صَوَّر صورة فإن الله معذِّبه حتى ينفخ فيه الروح وليس بنافخ فيها أبدًا» فَرَبَا الرجل ربوة شديدةً واصفرَّ وجهه . فقال: ويحك إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح (صحیح بخاری:۲۲۲۵)

''جو شخص تصویر بناتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بنانے والے کو اس میں روح ڈالنے تک عذاب کرتا رہے گا، جبکہ وہ (مصور) اس میں کبھی بھی روح نہیں ڈال سکے گا۔ یہ بات سن کر فوٹو گرافر کا سانس چڑھ گیا اور اس کا چہرہ فق ہوگیا، تب عبداللہ بن عباسؓ نے اس سے کہا:

''تجھے افسوس! اگر تو تصویر بنانا اب بھی ضروری سمجھتا ہے تو درختوں اور ایسی چیزوں کی

☆ نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ [رحمانیہ]، گارڈن ٹاؤن، لاہور

www.KitaboSunnat.com

تصویریں بنالیا کرجو بے جان ہیں۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں:

سمعتُ النبي ﷺ يقول: «إن أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصوِّرون» (صحیح بخاری:۵۹۵۰)

''میں نے نبی اکرمﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ترین عذاب فوٹو گرافروں کو ہوگا۔''

یہ وعید تو فوٹو بنانے والوں کے متعلق ہے اور فوٹو بنوانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر تنبیہ کردی: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ﴾ (المائدۃ:۲)

''گناہ اور زیادتی کے کاموں پر کسی سے تعاون مت کرو۔''

اگر کہا جائے کہ کیمرے اور وڈیو کی تصویر اس نہی اور ممانعت میں داخل نہیں ہے تو اس کے لئے اہل زبان کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ وہ کیمرے کی تصویر کا نام کیا رکھتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اسے تصویر اور اس کے بنانے والے کو 'مصور' ہی کہتے ہیں۔ تصویر بنانے والا خواہ کیمرے سے بنائے یا ہاتھ سے، دونوں اس ممانعت میں داخل ہیں، اور رسول اللہﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایسی تصویریں بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ ان میں روح بھی ڈالو اور وہ ڈال نہیں سکے گا۔ (صحیح بخاری:۵۹۶۳) یوں وہ عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکے گا۔

الغرض جہاں تک تصویر کی شرعی حیثیت کی بات ہے تو جس چیز کے بارہ میں نص شرعی آجائے، وہاں تاویلیں کرکے اصل نص کو توڑ مروڑ دینا کسی اُمتی کو زیب نہیں دیتا۔

☜ یاد رہے کہ اُمورِ شرعیہ دو قسم پر ہیں: ① اُمورِ منصوصہ ② اُمورِ اجتہادیہ

علمائے کرام اس چیز کی قطعاً اجازت نہیں دیتے کہ منصوص اُمور میں دخل دیا جائے اور ان کی تاویلیں کرکے ان کو معاشرے کی روش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ہم منصوص اَقوال و اعمال کو تاویلات کی بھینٹ چڑھا کر اُنہیں لوگوں کی خواہشات کے مطابق بدلنے کی کوشش شروع کردیں تو یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ پر ایمان کے منافی ہے بلکہ یہ کمزور ایمان کی علامت ہے۔ کیونکہ ہمیں لوگوں کو شریعتِ اسلامیہ کے پیچھے چلانا ہے، اس کے برعکس شریعت کو لوگوں کے پیچھے نہیں چلانا۔ علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اللہ و رسولؐ کی

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کے مطابق دین کی صحیح رہنمائی مہیا کریں، اور اُمورِ منصوصہ میں اس قسم کی متساہلانہ رائے دینے سے گریز فرمائیں۔ دیکھئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت منصوص ہے، اور جن لوگوں نے اس میں گنجائش نکالنے کے لئے اس پر ہاتھ ڈالا، ان کا حشر کیا ہوا، وہ سب کے سامنے ہے۔ جاندار کی تصویر کی ممانعت بھی امر منصوص ہے، جس کے بنانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مصور یعنی فوٹوگرافر پر لعنت کی ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۶۲) لہٰذا اس کے جواز کا فتویٰ دینے سے انتہائی احتیاط کرنا چاہئے، البتہ بعض استثنائی صورتیں ہیں جن کی اضطرار کی وجہ سے اجازت دی جاتی ہے جیسے کرنسی نوٹوں اور شناختی کارڈز کی تصویروں کو بامر مجبوری برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس میں ہماری رضا و رغبت کو دخل نہیں ہے۔

رہے اُمورِ اجتہادیہ جو شارع کی طرف سے منصوص نہیں تو ان میں ایک مجتہد کی رائے دوسرے مجتہد سے مختلف ہوسکتی ہے اور دوسرا مفتی دلیل کے ساتھ پہلے مفتی سے اختلاف کرسکتا ہے۔

تبلیغ کی خاطر ٹی وی پروگراموں میں شرکت

اب رہی دوسری بات کہ تبلیغ دین کی خاطر علماء دین کا ٹی وی پروگراموں میں شرکت کرنا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آپ قرآن وحدیث کی دعوت عوام تک پہنچانے کے لئے ٹی وی پروگرام میں حاضر ہوں تو اسے گوارا کیا جاسکتا ہے، ورنہ فتنہ باز عناصر لوگوں کو راہِ حق سے بھٹکانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اس کے سدِباب کے طور پر، خالص قرآن وحدیث کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانے کے لئے جدید وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اگر یہ سوال اُٹھایا جائے کہ فوٹو اور تصویر کو ممنوع سمجھنے والا ٹی وی پروگراموں میں شرکت کیسے کرسکتا ہے تو اس کے جواز کی مثال یوں سمجھئے جیسے کوئی ڈاکٹر، مریض عورت کے علاج کے ارادے سے اس کا چیک اَپ کرسکتا ہے، اس کی زبان یا آنکھوں کا مشاہدہ کرتا ہے، یا آپریشن کی غرض سے مریضہ کے مستور اعضاء کو مس کرتا یا دیکھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، علاج جیسی اہم ضرورت کے لئے شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ اسی طرح بے دین یا دین اسلام سے غافل لوگوں تک حق کی آواز پہنچانے کے لئے جدید ذرائع پر دعوت وتبلیغ کا کام کیا جاسکتا ہے، اور ایسی تصویر کشی میں آپ کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا کہ آپ نے تصویر کو جائز

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا اور نہ ہی کیمرہ مین کو بلایا، صرف ضرورتِ تبلیغ کے لئے آپ اس منکر کو برداشت کرتے ہیں، ورنہ ائمۂ مُضلّین (گمراہ کرنے والوں) کے لئے یہ میدان خالی ہوگا، اور کوئی روک ٹوک کرنے والا مقابلے میں نہیں ہوگا۔

لہٰذا یہ دو صورتیں الگ الگ ہیں اور ان دونوں کا حکم بھی جدا جدا ہے، علماے کرام کی موجودگی میں، مَیں جسارت نہیں کررہا تو میری رائے میں علماے کرام کو قرآن وحدیث کا محافظ بننا چاہیے اور جو اُمور ومسائل کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت شدہ ہیں، اُنہیں اپنے اصل پر ہی باقی رکھنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی لچک کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ ربّ العزت ہمیں توفیق دے کہ ہم دینِ اسلام کے محافظ بن کر اس کی آبیاری کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ آمین یا ربّ العالمین!

www.KitaboSunnat.com

مذاکرۂ علمیہ

مولانا محمد شفیق مدنی☆

حرمتِ تصویر کی وجوہات اور دورِ حاضر میں تبلیغ دین

آج کی مجلس علمی میں زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا علماے کرام جدید میڈیا (ٹی وی، ویڈیو) کو دعوت وتبلیغ کے لیے زیر استعمال لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور تصویر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ یہ کام بظاہر تصویر بنائے بغیر ممکن نظر نہیں آتا......!

تصویر کی حرمت کا مسئلہ مُعَلَّل ہے!

تصویر کے شرعی حکم کے بارے میں یہاں بہت سے علماے کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور بعض علما نے اس کی حرمت کو منصوص قرار دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اس پر تو بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔ میں اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ بلا حیل وحجت اور بغیر کسی تغیر وتبدل کے نص پر عمل کرنے کی حتیٰ المقدور کوشش کرنا بڑی اچھی روش ہے، لیکن یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ رویہ اُسی وقت مستحسن ہے جب نص کا حکم تعبدی ہو یعنی ایک عبادت کی ادائیگی کے سوا اس کی مشروعیت کی کوئی حکمت وعلت سمجھ میں نہ آئے، کیونکہ ایسی صورت میں کسی کا رائے زنی یا قیاس آرائی کرنا جسارت شمار ہوگی، لیکن اگر کسی نص کا حکم مُعَلَّل ہو یعنی اس کے مقصد اور علت کا عقل سے اِدراک ہوسکتا ہو تو پھر اس میں یہ گنجائش ہونی چاہیے کہ کوئی صاحبِ علم وفضل اجتہاد کر سکے اور نص کی تعلیل وتوجیہ اور مفہوم کے تعین کے بارے میں اپنی رائے پیش کر سکے۔ یاد رہے کہ تصویر کے مسئلہ میں بھی اکثر علما نے حکم کو مُعلَّل قرار دیا ہے۔

شرعی نصوص کی تعلیل وتوجیہ کرنے سے دو میں سے ایک فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے:

① آئندہ پیش آمدہ جدید مسائل کو اِن نصوص پر قیاس کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

② کتاب وسنت کا متبع شخص پورے اطمینان اور شرحِ صدر سے نصوص پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔

☆ اُستاذِ حدیث وفقہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ [رحمانیہ]، گارڈن ٹاؤن، لاہور

www.KitaboSunnat.com

حرمتِ تصویر کی ممکنہ علّتیں

میں یہاں ان علتوں اور توجیہات کو بیان کرنا چاہوں گا جنہیں علماے کرام نے تصویر کی حرمت کے لیے ذکر کیا ہے:

❶ بعض علما نے تصویر کی حرمت کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ غیر اللہ کی تعظیم میں غلو اور عبادت یعنی شرک کا ذریعہ ہے جیسا کہ قومِ نوح نے اپنے صالحین کے ناموں پر ان کی تعظیم واحترام میں مجسّمے بنائے اور پھر ان کی تعظیم میں غلو کیا حتی کہ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ بعد میں آنے والی نسل ان کی عبادت کرنے لگی۔ جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے:

”عن ابن عباس في: ود وسواع ويغوث ويعوق ونسر قال فلمّا هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن أنصِبوا إلى مجَالِسهم التى كانوا يجلسون إليها أنصابًا وسمُّوها بأسمائهم ففعلوا فلم تُعبدْ حتى إذا هلك هؤلاء وتنسَّخ العلم عُبِدَت“ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ۴۹۲۰)

”آپؓ فرماتے ہیں کہ وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی قومِ نوح کے بزرگ جب فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان بزرگوں کے مجسّمے بنا کر اپنی مجلس گاہوں میں نصب کر لو اور ان کے ناموں پر ان کے نام رکھ لو۔ انہوں نے یہ کام تو کر لیا، لیکن ان کی عبادت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور علم کا شعور جاتا رہا تو بعد والی نسل ان کی عبادت کرنے لگی۔“

حرمتِ تصویر کی تعلیل کے بارے میں ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری شریعت میں تصویر کی وجہ ممانعت مشرکین عرب کی مجسمہ سازی، بت گری اور ان کی عبادت گزاری ہے۔ یعنی تصویر کی حرمت سدِ ذرائع کے طور پر ہے اور انہوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ سد ذرائع حرمتِ تصویر کے لیے علتِ مستنبطہ ہے جب کہ اس کی منصوص علت اللہ کی تخلیق سے مشابہت ہے۔ چنانچہ ابن العربیؒ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

نهى عن الصورة وذكر علة التشبيه بخلق الله . وفيها زيادة علة: عبادتها من دون الله . فنبّه على أن نفس عملها معصية ، فما ظنك بعبادتها؟

www.KitaboSunnat.com

''نبی کریم ﷺ نے تصویر سازی سے منع کیا ہے، اور اس کی علت اللہ کی تخلیق سے مشابہت ذکر کی ہے اور اس پر مزید علت یہ ہے کہ تصویر سازی میں اللہ کے ماسوا کی عبادت ہے۔ چنانچہ آپ نے محض تصویر سازی کو ہی معصیت قرار دیا ہے، پھر اس کی عبادت کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا؟'' (تفسیر احکام القرآن: ۴/۱۶۰۰)

اسی موقف کی تائید میں امام نوویؒ سے منقول ہے کہ «إن أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون» کی نبویؐ وعید کا مصداق وہ مصور ہے جو عبادت کے لیے تصویر بناتا ہے۔ (شرح مسلم از نووی: ۱۴/۹۱) یعنی تصویر کی حرمت کا سبب اس کی عبادت کا اِمکان اور شرک کے ذریعے کو روکنا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حرمتِ تصویر کی تعلیل میں فرماتے ہیں کہ

''قومِ نوح کے صالحین کے پیروکاروں نے ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی تصویریں اور مجسّمے بنائے، لیکن ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ جب وہ پیروکار فوت ہو گئے تو بعد میں آنے والے لوگ ان نیک ہستیوں کے مجسّموں کی عبادت کرنے لگے اور ان کا وسیلہ دے کر بارش طلب کیا کرتے تھے اور یہی مجسّمے جن کی قومِ نوح نے عبادت کی، بعد میں انہیں عربوں نے اپنا لیا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ یہی وہ علت ہے کہ جس کی بنا پر شارع نے تصویر سازی سے منع کیا ہے، کیونکہ اس عمل نے بہت سی اُمتوں کو شرکِ اصغر یا شرکِ اکبر میں مبتلا کر دیا تھا اور یہی دراصل شرک کا مفسدہ ہے جس کو ختم کرنے کے لیے نبی ﷺ نے مقبرے میں مطلق طور پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اگرچہ نماز پڑھنے والا اپنی نماز میں اس جگہ سے برکت کے حصول کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو۔ اور اسی طرح آپ نے طلوعِ شمس، نصف النہار، اور غروبِ شمس کے اَوقات میں نماز پڑھنے سے سد ذرائع کے طور پر منع فرمایا، کیونکہ ان اوقات میں مشرکین سورج کی عبادت کرتے تھے۔ اگرچہ کسی مسلمان کے ذہن میں غیر اللہ کی عبادت کا مقصد کارفرما نہ بھی ہو۔'' (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۱۹۳)

سد ذرائع کی توجیہ کی بنا پر بعض علما نے یہ کہا ہے کہ اگر تصویر سازی شرک کا ذریعہ نہ بنے تو اس میں گنجائش ہوگی کیونکہ تصویر کی حرمت کو مطلق رکھنے کی وجہ سے قواعدِ شریعت سے ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ تصویر بنانا ایک گناہ ہے جو شرک، قتل اور زنا سے بہرحال بڑا نہیں، لیکن اس کے بارے میں احادیث میں وعید بہت شدید قسم کی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس

www.KitaboSunnat.com

جرم کی سزا اتنی سخت اِسی صورت میں ہو سکے گی جب اسے تعظیم اور پرستش کے اِرادے سے بنایا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں ہر اس چیز کو توڑ دیتے تھے جس پر صلیب بنی ہوتی تھی، کیونکہ یہ شرک کا مظہر تھی۔ اسی لیے آپؐ نے حبشہ کے کنیسہ کی تصاویر کا سن کر عیسائیوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں بدترین مخلوق قرار پائیں گے، کیونکہ یہ نیک لوگوں کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی قبروں کو عبادت گاہیں بناتے ہیں اور وہاں عبادت کے لیے ان صالحین کی تصاویر رکھتے ہیں۔ (صحیح بخاری:۴۳۴)

ہماری نظر میں تصویر کا یہ جواز اسی صورت میں نکلتا ہے جب حرمتِ تصویر کا سبب صرف سد الذرائع کو قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کی دیگر تعلیلات کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو مطلقاً جواز ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ان تعلیلات میں سے بعض کافی وزنی ہیں جنہیں نظر انداز کرنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں، جیسا کہ وہ آگے آ رہی ہیں۔

❷ بعض علما کی رائے یہ بھی ہے کہ مشرکین کیونکہ تصاویر اور تماثیل بناتے، بت گھڑتے اور ان کی پرستش کرتے تھے، لہٰذا تصویر سازی میں ان کے فعل سے مشابہت ہے، خواہ مصور کے ذہن میں یہ مقصد اور ارادہ کار فرما نہ بھی ہو یعنی ایک حالت کی دوسری سے محض تشبیہ ہی وجہ ممانعت کافی ہے۔ جیسا کہ ہمیں طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے تاکہ سورج کے عبادت گزاروں سے مشابہت نہ ہو، جب کہ ضروری نہیں کہ یہ مشابہت نماز پڑھنے والے کے ذہن☆ میں اُس وقت موجود ہو۔

حافظ ابن حجرؒ نے مشرکین کے ساتھ مشابہت کو اصل علت قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ويتأكد المنع بما عُبد من دون الله فإنه يضاهي صورة الأصنام التي هي الأصل في منع التصوير (فتح الباری:۱۰/۳۹۵)

اور علامہ ابن تیمیہؒ اُمّ حبیبہؓ اور اُمّ سلمہؓ کی حبشہ میں کنیسہ والی صحیح بخاری میں مروی حدیث:

☆ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ کے فرمان کا ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے: وأكثر الناس قد لا يعلمون أن طلوعها وغروبها بين قرني شيطان ولا أن الكفار يسجدون لها ثم إنه ﷺ نهٰى عن الصلوة في هذا الوقت حسمًا لمادة المشابهة بكل طريق (اقتضاء الصراط المستقیم:۱/۲۱۸)

www.KitaboSunnat.com

«أولئك قوم إذا مات فيهم العبد الصالح بنوا على قبره مسجدًا وصوّروا فيه تلك الصور أولئك شرار الخلق عند الله عزوجل»(صحیح بخاری:۴۲۶، صحیح مسلم:۵۲۸) کے تحت فرماتے ہیں کہ ''نیک آدمی کی قبر پر مسجد بنانے والا (یا اسکی تصویر بنانے والا) اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کرنے پر اس نبوی وعید کا مصداق ہے اور یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت کرنا ممنوع ہے۔'' (اقتضاء الصراط المستقیم:۱/۳۳۵)

اور ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں کہ ''کفار کے اعمال اس بات کی علامت اور دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان اعمال سے منع کیا ہے، جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں، یا یہ ممانعت کے متقاضی علت ہیں۔'' (ایضاً:۱/۳۳۲)

۳ بعض علماء کے نزدیک تصویر کی حرمت کی علت 'نحوست' یعنی تصویر والی جگہ میں فرشتوں کا داخل نہ ہونا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس گھر میں کتا اور تصویر ہو، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' (صحیح مسلم:۲۱۰۶)

اس حدیث سے بظاہر یہ علم ہوتا ہے کہ تصویر ممنوع ہے اور اس کی وجہ ممانعت فرشتوں کا تصویر والی جگہ میں عدمِ دخول ہے، لیکن بعض علما اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ اس سے حرمتِ تصویر کی تعلیل کرنا کمزور موقف ہے، کیونکہ فرشتوں کا عدمِ دخول تو محض اس کو تعظیم اور احترام سے سجا کر رکھنے کی وجہ سے ہے جو بذاتِ خود ایک قبیح عمل ہے۔ چنانچہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں امام قرطبیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ فرشتوں کے عدمِ دخول کا سبب تصاویر کی تعظیم میں کفار سے مشابہت ہے۔ (۱۰/۳۹۱، ۳۹۲) کیونکہ اِہانت کے انداز میں کاٹ کر یا نیچے پامال کر کے استعمال کرنے یا تصویروں والے بچھونے بنانے کی صورت میں آپ ﷺ نے اِجازت دی ہے۔ (صحیح بخاری:۵۹۵۴)

علاوہ ازیں اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تصویر کے ساتھ کتے کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس سے 'تمام کتے' مراد نہیں ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے شکاری کتا رکھنے کی خود اجازت دی ہے۔ (صحیح بخاری:۵۱۷۵) ظاہر ہے کہ جس آدمی کے گھر میں شکاری کتا ہوگا، وہ فرشتوں کے دخول کے لیے مانع نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح تمام تصاویر کا حکم ایک جیسا نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا، یعنی جس طرح ممنوع کتے رکھنے کی وجہ سے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اسی طرح ممنوع انداز میں تصاویر رکھنے کی وجہ سے وہ گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔

مزید برآں سنن ابوداؤد کی ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا، تصویر یا جنبی شخص ہو۔(ابوداؤد:۴۱۵۲) اور اس بات کا کوئی قائل نہیں کہ 'جنبی ہونا' اس بنا پر ممنوع ہے کہ جنابت کی حالت میں فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے، کیونکہ فرشتوں کا عدمِ دخول جنبی ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ جنابت کی حالت میں رہنے یعنی طہارت نہ حاصل کرنے کی بنا پر ہے۔

اگرچہ بعض علما نے اسے علت ماننے سے انکار بھی کیا ہے لیکن اس کا نتیجہ تعلیل کی صورت میں ہی نکلتا ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اکثر علما کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ تصویر والی جگہ میں فرشتوں کے عدمِ دخول کا سبب تصویر سازی کا گناہ ہونا، اللہ کی تخلیق سے مشابہت اور تصویروں کی عبادت کا اِمکان ہے۔ (شرح مسلم للنووی:۱۴/۸۴)

۴ حرمتِ تصویر کی ایک علت علما نے یہ بھی بیان کی ہے کہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت ہے اور بقول ابن العربی یہ منصوص علت ہے، جیسا کہ پیچھے ان کی عبارت گزر چکی ہے، کیونکہ اس بارے میں مختلف احادیث میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ آپ نے فرمایا: «الذين يضاهون بخلق الله» (صحیح بخاری:۵۹۵۴) اور دوسری حدیث میں «ومن أظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقي» (صحیح مسلم:۲۱۱۱) اور «أحيوا ما خلقتم» (صحیح بخاری:۵۹۵۱) اور «من صَوَّر صُورةً كُلِّف أن ينفخ فيها الروح وليس بنافخ» (صحیح مسلم:۱۶۷۱) وغیرہ الفاظ بھی وارد ہیں، لیکن بعض علما نے اس علت کو مقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ مشابہت تب لازم آتی ہے جب مصور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو چیلنج کرے کہ وہ بھی اس کی تخلیق کی طرح تخلیق کرنے پر قادر ہے۔ ایسے مصور کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تصویر میں روح پھونکنے کا مکلّف بنا کر اس کا عجز اور بے بسی ظاہر کر دے گا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ «مِمَّن ذهب يخلق» میں ذَهَبَ قصد کے معنی میں ہے۔ (فتح الباری:۱۰/۳۸۶) یعنی اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی تخلیق کی طرح تخلیق

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا قصد رکھتا ہو۔ اگر اس سے مطلق مشابہت مراد لی جائے تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کھلونے، کٹی ہوئی تصویر، پاؤں کے نیچے پامال ہونے والی تصاویر اور غیر ذی روح جیسے جمادات درختوں، ستاروں، سورج اور چاند کی تصویریں بنانے سے مشابہت کیوں لازم نہیں آتی ؟ لیکن یہ شبہ واعتراض درست نہیں ہے کیونکہ احادیث میں وارد الفاظ کا اِطلاق (غیر مقید ہونا) بعض تصاویر کا استثناء اور ذی روح اور غیر ذی روح کی تقسیم اس شبہ کو رفع کر دیتے ہیں۔

عام حالات میں تصویر سازی کا حکم

علماے کرام کی مذکورہ توجیہات وتعلیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ تکریم وتعظیم، فیض وبرکت، عبادت وپرستش اور قدرتِ الٰہی کو چیلنج کرنے کی غرض سے تصویریں بنانا بالاتفاق حرام ہے۔ اوران مقاصد کے لیے تصاویر بنانے والا اَحادیث میں مذکورہ سزاؤں کا مستحق ٹھہرے گا، لیکن اگر مصور کے ذہن میں یہ مقاصد نہ ہوں تو بعض علما کے نزدیک تصویر سازی کا حکم جواز کا ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حکم کا دارومدار علت کے وجود اور عدمِ وجود پر ہوتا ہے، مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے شراب نوشی کے سلسلے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ جن میں شراب بیچنے اور خریدنے والا بھی شامل ہے۔(سنن ترمذی:۱۲۹۵) حالانکہ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ اس وعید کا مصداق وہ تاجر ہے جو نشہ کی خاطر پینے پلانے کے لیے خرید وفروخت کرتا ہے، لیکن اگر تجارت کا یہ مقصد باقی نہ رہے تو علت کے بدل جانے کی وجہ سے حکم میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی، مثلاً اگر کوئی تاجر کیمیکل بنانے کے لیے شراب کی تجارت کرتا ہے تو وہ اس لعنت کی وعید کا مصداق نہ ہوگا۔

بالکل اسی طرح تصویر میں بھی بعض استثنائی صورتیں موجود ہیں جہاں حرمت کی تمام علّتیں مفقود ہو جاتی ہیں اور حکم اپنی پہلی حالت پر برقرار نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر آپؐ نے بچوں کے کھلونے بنانے اور رکھنے کی اجازت دی ہے۔(صحیح ابوداؤد:۴۱۲۳) جو بلا شک ذی اَرواح کے مجسّمے اور تماثیل ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بچپن کے کھلونوں کو بالغ ہونے کے بعد بھی آپؐ کی رحلت تک استعمال کیا ہے۔اسی طرح روندی جانے والی اور کٹی ہوئی تصویر کے استعمال کی اجازت بھی اس لیے ہے کہ اس حالت میں ان کی تعظیم کے بجائے اہانت کا پہلو پایا

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

بعض مالکی اور حنبلی علما نے ذی روح کی تصویر کی حرمت میں اس کے مجسم اور سائے دار ہونے کو شرط قرار دیا ہے کیونکہ ایسی تصاویر کی ہی عبادت کی جاتی تھی۔ اور جہاں تک کاغذ، کپڑے اور دیوار پر بنی ہوئی تصویر کا تعلق ہے جس کا جسم اور سایہ نہیں ہوتا تو یہ حرام نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذی روح کو مجسم، بلند قامت اور سایہ والا پیدا کیا ہے، بچھا ہوا پیدا نہیں کیا۔ لہٰذا اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت لازم نہیں آتی اور ان کے خیال میں حدیث میں وارد لفظ «إلا رقمًا في ثوب» سے اِسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے بعض علما کا یہ موقف ہے کہ اَخبارات وغیرہ کی تصاویر بھی چونکہ بچھی ہوتی ہیں یعنی مجسم اور سائے دار نہیں ہوتیں اور ٹی وی کی تصاویر بھی غیر مجسم اور عارضی ہوتی ہیں، گویا ان کے وجود کو شیشے، پانی اور سائے کی تصویر کی طرح بقا حاصل نہیں ہوتی لہٰذا ایسی تصاویر بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ بالا دلائل وتوجیہات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی روح کی تصویر کو عام حالات میں جائز قرار دینے والوں کے دلائل اور تعلیل وتوجیہ کمزور ہیں، کیونکہ حرمتِ تصویر کی تخلیق الٰہی سے مطلق مشابہت ایک منصوص، مضبوط اور دائمی علت ہے۔ چاہے تصویر بنانے والا قدرتِ الٰہی کو چیلنج کرنے کا اِرادہ رکھتا ہو یا اس کے ذہن میں یہ مقصد کارفرما نہ ہو، ایسے ہی تصویر شرک کا ذریعہ بنتی ہو یا اس میں شرک کا کوئی خدشہ نہ ہو اور اس کے ساتھ مشرکین کے فعل سے مجرد مشابہت کی علت کو بھی شامل کر لیا جائے تو عام حالات میں ذی روح کی تصویر کی گنجائش بالکل ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ اللہ کی تخلیق سے مشابہت کی نصوص مطلق وارد ہوئی ہیں یعنی ان میں قدرتِ الٰہی کو چیلنج کرنے اور نہ کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا اور اسی طرح ان میں مجسم/سایہ دار یا غیر مجسم/غیر سایہ دار کا فرق کرنے کے بجائے ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ چوتھی تعلیل کے ضمن میں احادیث گذر چکی ہیں اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں بھی مجسم اور غیر مجسم کے فرق کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ آپؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس تصویروں والے پردے تھے۔ نبی ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ ﷺ کا غصے

www.KitaboSunnat.com

سے رنگ تبدیل ہو گیا اور آپؐ نے انہیں پھاڑ دیا۔

حافظ ابن حجرؒ اللہ کے ساتھ مضاہات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«يضاهون خلق الله» أي يشبّهون ما يصنعونه بما يصنعه الله

''یعنی نبی ﷺ کے فرمان: «يضاهون خلق الله» سے مراد یہ ہے کہ خود بنا کر گویا وہ اللہ کی بنائی ہوئی خلقت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔'' (فتح الباری: ۱۰/۳۸۷)

معلوم ہوا کہ کسی اور خارجی وجہ کے بغیر بھی محض تصویر بنانا ہی وجہ حرمت کافی ہے۔ جیسا کہ اوپر ابن العربی کا قول بھی گذر چکا ہے۔

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کونسل نے بھی اپنے فتویٰ میں قرار دیا ہے:

ولما فيه من التشبّه بالله في خلقه الأحياء ولأنه وسيلة للفتنة وذريعة للشرك في كثير من الأحوال (فتاوى اللجنة الدائمة: ١/ ٦٦١)

''کتاب وسنت کی نصوص میں حرمتِ تصویر پر شدید وعید کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ کی ذی روح مخلوق کی تخلیق میں اللہ سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اس بنا پر بھی کہ اکثر مواقع پر تصویر فتنہ کا وسیلہ اور شرک کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔''

علاوہ ازیں اس میں مشرکین کے فعل سے مشابہت کو شامل کرنے کا سبب یہ ہے کہ بعض مقامات پر شارع نے صرف کفار سے مشابہت کی وجہ سے بھی بعض چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ مسلمانوں کو محض یہود کی مشابہت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے وقت لفظ راعِنا کہنے سے منع کر دیا حالانکہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ لفظ کہتے وقت قطعاً آپؐ کی توہین مراد نہ تھی۔ علامہ ابن تیمیہؒ کا دوسری مشابہت کی تعلیل کے ضمن میں مذکورہ کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

ہماری نظر میں تصویر کی حرمت واضح ہے، اور اس سلسلے میں مختلف قسم کے شبہات کو کوئی وزن نہیں دینا چاہیے، اگر ان میں بظاہر کوئی معقولیت بھی نظر آئے تب بھی تصویر کے عدم جواز کا قائل ہونا ہی احکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں محتاط رویہ ہے جس کا بہرحال پاس اور لحاظ رہنا چاہیے کیونکہ حرام سے بچنے کے لیے تو مباح چیز کو ترک کر دینا بہتر اور اولیٰ ہوتا ہے چہ جائیکہ مباح کام کرنے کے لیے حرام کا ارتکاب کیا جائے۔ اس کے بارے میں علما کے ہاں ایک

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ بھی معروف ہے: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام

''جب حلال وحرام کے دلائل آپس میں ایک دوسرے سے معارض ہوں تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جائے گی۔''

ایسے ہی اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے:

«دَع ما يَريبك إلى مالا يريبك» (سنن ترمذی:۲۵۱۸)

''یعنی شک اور تردّد والی چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز کو اختیار کرو۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، آپ سے سوال کیا گیا کہ دو سگی بہنوں کو نکاح میں ایک وقت میں رکھنا حرام ہے۔ آیا دو بہنیں لونڈی کی حیثیت سے ایک آدمی کی ملکیت میں رہ سکتی ہیں؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ ایک آیت نے اُنہیں حلال قرار دیا ہے اور ایک آیت نے حرام، اور مجھے اُنہیں حرام قرار دینا زیادہ پسند ہے۔ (موطا مالک:۵۳۸/۲)

خاص حالات میں میڈیا کے استعمال اور تصویر سازی کا حکم

تاہم خاص حالات میں تصویر سازی کی گنجائش موجود رہے گی۔ یاد رہے کہ اس گنجائش کا مقصد لوگوں کے لیے عریانی، فحاشی کا دروازہ کھولنا نہیں ہے جیسا کہ بعض علما اسے دلیل بنا کر بوقتِ ضرورت بھی گنجائش کا دروازہ حتمی طور پر بند کر دیتے ہیں، کیونکہ اگر تصویر کا مقصد عریانی، فحاشی یا دیگر منکرات کا فروغ ہو تو یہ عمل حرام اور گناہِ کبیرہ شمار ہوگا اور اس کی کوئی بھی صاحب ِعلم اِجازت نہیں دے سکتا۔

اس گنجائش سے ہماری مراد اعلیٰ مقاصد کے حصول یعنی بڑے ضرر اور فساد سے بچنے یا کسی بڑے فائدے کے حصول کے لیے ایک چھوٹے نقصان اور خرابی کو قاعدہ (يُختار أخفّ الضررين) کے مطابق صرف برداشت اور گوارا کرنا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے حالات کے تقاضے کے مطابق تبلیغ کا بہتر اور مؤثر طریقہ سمجھتے ہوئے میلے پر جانا گوارا کیا تھا۔ (صحیح بخاری:۳۰۷۷) اس طرح آپؐ نے مسجد میں دیہاتی کے پیشاب کے ضرر کو برداشت کیا تھا۔ (صحیح مسلم:۲۲۱) تاکہ اس کے جسم، کپڑوں اور مسجد کی زیادہ جگہ ناپاک ہونے سے بچانے کے ساتھ ساتھ اسے طبی نقصان سے بھی بچایا جاسکے۔

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش مکہ کی کڑی شرطیں قبول کر کے تمام مسلمانوں کو عمومی طور پر اور مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو خصوصی طور پر بڑے ضرر سے محفوظ رکھا۔اور حضرت علیؓ نے حاطب بن ابی بلتعہ کا قریشِ مکہ کے نام خط لے جانے والی عورت کو خط حوالے نہ کرنے کی صورت میں برہنہ کرنے کی دھمکی دے دی تھی۔(صحیح بخاری:۳۰۰۷) تاکہ مسلمانوں کو بڑے اور اجتماعی نقصان سے بچایا جا سکے۔

شریعت کے اسی تصور کی بنا پر علماے کرام فریضہ دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ادا کرنے کی غرض سے ایسی مجلس، محفل یا میلہ اور دعوت میں جانے کی اجازت دیتے ہیں جہاں منکرات وفواحش کا وجود یقینی ہوتا ہے اور ایسے چند مسلمانوں کے قتل کرنے کی اجازت بھی دیتے ہیں جنہیں حملہ آور دشمن ڈھال بنا کر مسلمانوں کا اجتماعی اور بڑا نقصان کرنا چاہتا ہو۔ لہٰذا علماء کو چاہیے کہ وہ موجودہ دور کے مؤثر ذرائع ابلاغ، اخبارات اور ٹی وی پروگراموں میں شرکت کریں تاکہ کفر والحاد، عریانی فحاشی اور مغربی تہذیب کے مقابلہ میں عوام الناس کی صحیح دینی رہنمائی کرسکیں، یہ ایک بہت بڑی تبلیغی ذمہ داری کی ادائیگی ہوگی۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر علماے کرام صرف تصویر سے بچنے کے لیے اپنی قوم کو لادین عناصر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے، یا اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں اور پروپیگنڈے کے اِزالہ سے چشم پوشی کرتے ہیں، یا مغربی فکر وتہذیب کے طوفانِ بلاخیز کا سدِباب نہیں کرتے ہیں تو یہ ایک بہت بڑا قومی اور ملی نقصان ہے۔

اس نقصان کی تلافی یا اس سے بچاؤ کا مؤثر ذریعہ میڈیا کا استعمال ہی ہے کیونکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو میڈیا کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر علما، مساجد اور مدارس سے خاطر خواہ متاثر نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے تبلیغی واِصلاحی مخصوص پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں بلکہ اپنی دینی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے بھی میڈیا پر انحصار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں سدذرائع کے اُصول کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ فتح الذرائع کے اُصول کو بھی اپنانا ہو گا۔یعنی جس طرح ہم ان وسائل کو حرام قرار دیتے ہیں جن کا نتیجہ بڑے فساد اور خرابی کی صورت میں نکلتا ہے خواہ فی نفسہٖ وہ وسائل جائز ہوں، جیسا کہ شراب اور نشہ آور چیزوں کی

www.KitaboSunnat.com

تجارت کی مثال ہے۔ کیونکہ تجارت فی نفسہٖ ایک مباح عمل ہے ،لیکن نشہ آور اشیا کی خرید وفروخت میں فساد غالب ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے اور بعض علما کے نزدیک حرمتِ تصویر کا سبب بھی سد الذریعہ ہے۔ یعنی تصویر سازی کو شرک کا ذریعہ ہونے کی بنا پر حرام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابن العربیؒ اور ابن تیمیہؒ نے اس کی صراحت کی، بالکل اسی طرح ان وسائل کا استعمال کرنا بھی ضروری ہوگا جن کے نتیجے میں فساد کم اور مصلحت ومنفعت غالب ہو۔ خواہ فی ذاتہ وہ وسائل جائز ہوں یا ناجائز۔ امام قرافیؒ اپنی کتاب 'الفروق' میں رقم طراز ہیں:

اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح

''یہ بات جان لیجئے کہ جس طرح کسی ذریعہ کو (خرابی کی طرف لے جانے کی وجہ سے) بند کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح (منفعت کی طرف لے جانے کی وجہ سے) اسے کھولنا کبھی واجب، کبھی مکروہ، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوتا ہے۔'' (۶۰/۲)

اس کی چند ایک مثالیں یہ ہیں:

① نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ (ترمذی:۲۷۱۵) جو ضرورت کے تحت دین کی اشاعت کے لیے نئے وسائل اختیار کرنے کی ترغیب ہے، لیکن اگر کسی ذریعہ کے بغیر مقصد کا مکمل حصول ناممکن ہو تو اسے اختیار کرنا واجب ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر کسی زبان کے سیکھنے کے بغیر دعوت کے فریضے کی ادائیگی مشکل ہو رہی ہو تو اس زبان کو سیکھنا واجب قرار پائے گا۔ اسی طرح ہی ٹی وی وغیرہ کی حیثیت ایک ذریعہ کی ہے، اگر اس کے بغیر دین کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کا کام مؤثر طریقے سے سرانجام نہ پا رہا ہو تو اس کا استعمال بھی ضروری ہو جائے گا۔ خواہ حالات ابھی اضطراری کیفیت تک نہ پہنچے ہوں۔

بعض علمائے کرام تصویر سازی کی گنجائش کو صرف اضطراری حالت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور اس کی مثال حج کی ادائیگی اور شناختی کارڈ کے لیے تصویر بنوانا اور عورت کا غیر محرم ڈاکٹر سے علاج کروانا وغیرہ پیش کرتے ہیں، لیکن ٹی وی وغیرہ کے پروگراموں میں تبلیغ کے لیے شرکت کو ضرورت نہیں سمجھتے، کیونکہ اس کے متبادل اور طریقے موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے حرام کے ارتکاب کا اللہ نے ہمیں مکلّف نہیں بنایا۔ اگر الیکٹرانک میڈیا پر تبلیغ کی اجازت دیں تو اسے 'اضطرار' کا نام دیتے ہیں حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ جو وہ اضطرار کی مثالیں پیش کرتے ہیں تو حقیقت میں ان میں اضطرار ثابت کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ عورت کا غیرمحرم مرد سے علاج کروانا اس وقت اضطرار بنتا ہے جب حتی المقدور کوشش کے باوجود کوئی ڈاکٹر عورت نہ مل سکے۔ اسی طرح حج کے لیے تصویر بنوانا بھی اضطرار نہیں بنتا، کیونکہ جیسے دین کی حفاظت اور تبلیغ کے لیے ......جو کل دین ہے، بالخصوص ایسے حالات میں جب میڈیا کے ذریعے مسلمانوں پر فکری جنگ مسلط کر دی گئی ہو...... حرام کے اِرتکاب کا اللہ نے ہمیں مکلّف نہیں بنایا، ایسے ہی حج کی ادائیگی جو کہ ایک جزوی دینی مصلحت ہے، اس کے لیے حرام کے ارتکاب کے مکلّف ہم کیونکر ہو سکتے ہیں۔

② میری رائے میں فریضۂ حج اضطرار کے بجائے ایک دینی منفعت کا حصول ہے اور حج کے لیے سفر ایک جائز ذریعہ ہے جو حج کی ادائیگی کے لیے اختیار کرنا واجب ہوگا اور سفر حج کے لیے تصویر بنوانا بھی ایک ذریعہ ہے جو فی ذاتہ ناجائز ہے، لیکن اسے اختیار کرنا بھی ضروری ہوگا، کیونکہ حج کی ادائیگی میں دینی مصلحت غالب ہے اور اس کے لیے تصویر وغیرہ بنوانے میں فساد مغلوب ہے۔

③ طہارت کے بغیر نماز ادا کرنا حرام اور ایک مفسدہ (خرابی) ہے، لیکن مستحاضہ عورت اور تسلسلِ بول کے مریض کو اس فساد کے باوجود نماز پڑھنے کا حکم ہے۔(توضأي لکل صلوۃ) کیونکہ نماز کی ادائیگی کی مصلحت اور فائدہ عدمِ طہارت کے فساد پر غالب ہے۔

④ جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہنا جائز ہے، حالانکہ یہ فساد ہے لیکن اس کا جواز اس بنا پر ہے کیونکہ ایمان پر دل مطمئن ہونے کی وجہ سے جان کی حفاظت کی منفعت کلمہ کفر کہنے کے فساد پر غالب ہے۔

⑤ اجنبی عورت کو فساد غالب ہونے کی وجہ سے عام حالات میں دیکھنا حرام ہے، لیکن نکاح کی نیت سے مصلحت غالب ہونے کی وجہ سے اسے دیکھنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

⑥ کفار کو مال دینا حرام اور ایک مفسدہ ہے، لیکن نبی ﷺ غزوۂ خندق کے موقعہ پر بنو

www.KitaboSunnat.com

غطفان کو مدینہ کی ایک تہائی کھجوریں دینے پر تیار ہو گئے تھے تا کہ مسلمانوں کو نقصان سے محفوظ رکھ کر اُنہیں فائدہ پہنچایا جا سکے۔

☜ اسی بنا پر علما نے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے کفار کو مال دینا، یا کسی شخص کا اپنا حق وصول کرنے یا خود کو ظلم سے بچانے کے لیے بطورِ رشوت مال دینا جائز قرار دیا ہے، حالانکہ عام حالات میں رشوت دینا یا کفار کو مال دینا حرام ہے۔

☜ اسی طرح اکثر علما نے حرمتِ تصویر سے بچوں کے کھلونوں کے استثنا کی توجیہ ان کی منفعت بیان کی ہے۔امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اکثر علما (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری میں مروی حدیث نے تصویر کی حرمت سے بچوں کے کھلونوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے خواہ وہ کھلونے انسانی شکل پر بنے ہوئے ہوں یا کسی حیوان کی شکل میں ہوں، مجسم ہوں یا غیر مجسم۔اس استثنا اور رخصت کا سبب بچیوں کو اولاد کی پرورش کی تربیت دینا ہے۔

اور حلیمی نے اپنی کتاب المنهاج في شعب الإيمان میں یہاں تک کہا ہے:

''کھلونوں میں بچیوں کے ساتھ بچے بھی شامل ہوتے ہیں اور بعض کھلونے انسانی صورت کے علاوہ حیوانوں کی صورت پر بھی بنائے جاتے ہیں، لہٰذا تربیتِ اولاد کی ٹریننگ کے علاوہ بچوں کی اچھی نشوونما کی غرض سے اُنہیں خوش رکھنا بھی ایک مصلحت ہے، جبکہ حرمت کا سبب یعنی کھلونوں کا ذی روح کی تماثیل اور مجسّمے ہونا موجود ہے۔'' (۹۷/۳)

لیکن اس کے باوجود کھلونوں کی تصاویر کا جواز اس لیے ہے کہ تصویر کے فساد پر بچوں کی مصلحت غالب ہے۔علامہ ناصر الدین البانیؒ کی رائے سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

لہٰذا علماے کرام کو اسلام کے پیغامِ حق کو دنیا کے اَطراف واکناف تک پہنچانے اور اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور دفاع کے لیے بڑی منفعت کے حصول یا بڑے نقصان سے بچاؤ کے لیے تصویر بنوانے کا ضرر اس کی حرمت کے باوجود گوارا اور برداشت کرنا ہوگا۔جیسا کہ کسی مریض کا علاج کرتے وقت اسے دائمی تکلیف یا جسم کے دوسرے اعضا کو بیماری کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے اس کا بیمار عضو کاٹ کر چھوٹا نقصان گوارا کیا جاتا ہے۔

امام احمدؒ نے اپنی کتاب الزھد میں فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم سے چند ایک لوگوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، لیکن اس عمل پر رضا مند ہونے کی وجہ سے عذاب میں سارے شریک تھے۔(۶۷۹،۶۷۸/۱)اسی طرح تصویر سازی کے بارے میں وعید کا مصداق مصور کے ساتھ وہ شخص بھی ہوگا جو خود کو تصویر کے لیے خوشی سے پیش کرتا ہے، لیکن اگر کوئی صاحبِ علم اپنی دینی ذمہ داری کی ادائیگی میں میڈیا کا استعمال کرتا ہے اور تصویر بنوانے پر رضا مند نہ ہو تو وہ مصور کے ساتھ اس جرم میں شریک نہ ہوگا۔

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کونسل نے بھی اپنے فتوی میں قرار دیا ہے کہ ٹی وی پر گانے، موسیقی اور تصویر جیسی منکرات حرام ہیں، لیکن اسلامی لیکچر، تجارتی اور سیاسی خبریں جن کی شریعت میں ممانعت وارد نہیں جائز ہیں، لیکن جب ان کی شر خیر پر غالب آجائے تو حکم غالب پر لگے گا۔(فتاوی اللجنة الدائمة:۶۷۴/۱)

البتہ یاد رہے کہ مصلحت اور ضرر کے تعین کا انحصار کسی عام آدمی کی پسند یا ناپسند پر نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کے بارے میں شریعت کے متخصص علما کی رائے ہی معتبر اور حتمی ہوگی۔

اس تمام گفتگو کا لبِ لباب یہ ہے کہ حالات کے تقاضوں کے مطابق ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے جیسے جنگ میں توپ کا مقابلہ تلوار سے، جنگی جہاز کا مقابلہ کلاشنکوف سے یا میزائل اور ایٹم بم کا مقابلہ توپوں سے نہیں کیا جاسکتا، بالکل اسی طرح دین کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنا ہوگا اور فکری سرحدوں پر دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں جدید ہتھیاروں سے لیس ہونا پڑے گا ورنہ لادینیت، غیر اسلامی تہذیب کی یلغار اور اسلام دشمن پروپیگنڈے کی تاثیر سے نئی نسل کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس کی صحیح تعبیر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: زیرِ نظر شمارہ نمبر ۳۲۱، مسئلہ تصویر پر خصوصی اشاعت ہونے کے ناطے مئی اور جون ۲۰۰۸ء کا مشترکہ ہے۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبد الرحمٰن مدنی

فقہ واجتہاد

مسئلہ تصویر اور دورِ حاضر

مذاکرے کی ایک نشست میں حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب نے صدارتی خطاب فرمایا، لہٰذا انہوں نے تصویر کے بارے میں مختلف پہلوؤں پر زیادہ تر تبصرہ ہی کیا اور اس سلسلہ میں جو سوالات پیدا ہوئے تھے، ان کو نکھارنے کی کوشش کی۔ان کے خطاب کو تحریری شکل دیتے ہوئے ہم نے عنوانات قائم کر کے کوشش کی ہے کہ ایسے نکات واضح ہو جائیں جن کے بارے میں پہلی تقریروں میں بہت کچھ کہا جا چکا تھا، لہٰذا اس تقریر کو تبصرہ ہی سمجھا جائے۔ علاوہ ازیں جن فنی اُصولوں کی وضاحت ضروری تھی ان کا مختصر تعارف قوسین یا حواشی میں کرا دیا گیا ہے۔ (مرتب)

احکامِ شرعیہ کی حکمتیں معلوم کرنا فقاہت ہے

دینِ اسلام کے احکامات کی گہری بصیرت وفہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اسی لیے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَن يُرد الله به خيرًا يفقِّهه في الدين» (صحیح بخاری:۷۱)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتے ہیں، اس کو دین کی گہری سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ سے ایک چیز کی شدید حرمت ثابت ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جس چیز پر لعنت کی ہے، میں اس کو جائز کرتا ہوں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ جس چیز کو مذموم قرار دیتے اور جس پر لعنت فرماتے ہیں، اس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہی سے اس بات کو سمجھنا کہ آپ ﷺ نے کن وجوہ کی بنا پر اس شے پر لعنت فرمائی ہے یا کن وجوہ کی بنا پر اسے حرام قرار دیا ہے، یہ تو دین کی فقاہت ہے۔ اس لیے میں اس طرف بالخصوص آپ حضرات کو توجہ دلانا چاہوں گا کہ تصویر میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت کی جو وجہ آپ ﷺ نے خود بیان فرمائی ہے، وہ یہ ہے:

«أشد الناس عذابًا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله» (صحیح بخاری:۵۹۵۴)

www.KitaboSunnat.com

''روزِ قیامت سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کے تخلیق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔''

اہل علم نے حرمت تصویر کی عموماً دو حکمتیں بیان کی ہیں:

① اللہ کی تخلیق سے مشابہت یا تصویر کی پوجا کرنے والے مشرکوں سے مشابہت، کیونکہ تصویر بنانے والوں سے روزِ قیامت مطالبہ کیا جائے گا «أحیوا ما خلقتم» (صحیح بخاری:۵۹۵۱)

''جو تم نے بنایا ہے، اسے زندہ کرو۔''

② چونکہ شرک کی ابتدا حضرت نوح کی بعثت سے قبل قومِ نوح کے صالحین کی تصویروں سے ہی ہوئی تھی جو ہمیشہ کا خطرہ ہے، لہٰذا زندہ تصویریں شرک کا ذریعہ ہیں جسے بند ہونا چاہیے جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد . أما ودٌّ فكانت لكلب بدومة الجندَل وأما سُواع فكانت لهذيلٍ وأما يغوثُ فكانت لمراد ثم لبني غُطَيف بالجُرف عند سباءٍ وأما يعوقُ فكانت لهمدان وأما نسرٌ فكانت لِحِمْير لآل ذي الكلاع أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن أنصِبوا إلى مجَالِسهم التي كانوا يجلسون أنصابًا وسمُّوها بأَسمائهم ففعلوا فلم تُعبدْ حتى إذا هلك أُولئك وتنسَّخ العلم عُبِدَت'' (صحیح بخاری، کتاب التفسیر:۴۹۲۰)

''ابن عباسؓ نے فرمایا: نوح کی قوم میں جو بت پوجے جاتے تھے، ابھی تک وہی عرب لوگوں میں موجود تھے (جس کی تفصیل یوں ہے) وُدّ 'کلب' قبیلے والوں کا بت تھا جو دومۃ الجندل میں آباد ہے اور سُواع 'ہذیل' قبیلے کا تھا اور یغوث 'مراد' قبیلے کا بت تھا پھر بنی غطیف جو سبا بستی کے نزدیک مقام جرف میں آباد ہیں کا بت بن گیا اور یعوق 'ہمدان' قبیلے کا بت تھا، اسی طرح نسر 'حمیر' قوم کا بت تھا جو ذی الکلاع (بادشاہ) کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ سب چند نیک پارسا شخصوں کے نام ہیں جو نوح کی قوم میں تھے۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم والوں کے دل میں یہ ڈالا کہ جن مقاموں میں یہ لوگ بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے نام کے بت بنا کر کھڑے کر دو (تاکہ ان کی یادگار رہیں)۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا (کہ صرف یادگار کے لیے بت رکھے) وہ پوجے نہ جاتے تھے۔ جب یہ یادگار بنانے والے بھی گذر گئے اور بعد والوں کو یہ شعور نہ رہا کہ ان بتوں کو صرف یادگار کے لیے بنایا تھا

www.KitaboSunnat.com

توان کو پوجنے لگے۔"

پہلی حکمت کے بارے میں اِجمال ہونے کی بنا پر مغالطہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید تخلیق الٰہی سے مشابہت ہی کوئی بڑا جرم ہے، حالانکہ غور فرمایئے کہ تصویر کے علاوہ شریعت میں کہیں بھی تخلیقِ الٰہی سے مشابہت کو گناہ نہیں قرار دیا گیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی کام بطورِ معجزہ کرتے رہے۔ علاج ومعالجہ کے ذریعہ صحت کا حصول بھی تخلیق الٰہی سے مشابہت ہی ہے، لیکن اس کی ممانعت کے بجائے حوصلہ افزائی ہے۔ لہٰذا حرمت وممانعت میں اصل نکتہ تخلیق الٰہی سے مشابہت نہیں کیونکہ اللہ کی ہر مخلوق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی تخلیق روح کے بعد جیتا جاگتا انسان بنتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے سامنے بے بس ہی ہوتا ہے۔ یہی بے بسی ربّ العالمین کا شریکِ کار ہونے کی نفی کرتی ہے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اسے کسی درجہ میں بھی خالق کائنات کی طرح معبود ہونے میں شریک نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا اوّل نکتہ کا مقصود بھی گویا شرک کی ہی مذمت ہے۔ اس طرح حرمت کی دوسری وجہ شرک کا سدباب کرنے کے لئے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دونوں وجوہ دراصل ① شرک سے مشابہت اور ② شرک کا دروازہ بند کرنے پر مشتمل ہیں لہٰذا اس نکتہ پر دونوں حکمتوں کا اجتماع ہو کر 'امتناعِ شرک' ہی تصویر کی حرمت کی بنیادی وجہ قرار پاتا ہے۔

سادہ الفاظ میں مذکورہ دونوں حکمتیں نتیجتاً ایک ہی ہیں، کیونکہ جب تصویر شرک کا ذریعہ بن سکتی ہے تو وسیلہ شرک کا حکم ممانعتِ شرک (مقصدِ شرعی) ہی ہوا، اسی بنا پر اسے شرک سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا وسیلہ شرک اور تخلیق الٰہی سے مشابہت شرک ہی ہے، اور اسی پر قیامت کے روز نفخ روح کا چیلنج درپیش ہوگا۔

صرف بے جان چیزوں کی تصاویر جائز ہیں

بعض متجددین نے یہ الزامی اعتراض کیا ہے کہ بے جان اشیا کی تصویر یا مجسمہ بنانے میں بھی اللہ تعالیٰ سے مشابہت لازم آتی ہے، لہٰذا اس بنا پر بھی بے جان اشیا کی تخلیق وتصویر شرعاً حرام ہونی چاہیے جب کہ وہ بالاتفاق جائز ہے۔

لیکن یہ الزام درست نہیں، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک اور فرمان اس بات کو نکھار دیتا

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تخلیق الٰہی سے آپؐ کی ہر شے میں مشابہت مراد نہیں تھی بلکہ اس سے روح والی اشیا میں تخلیق وتصویر کی مماثلت مراد تھی جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے، فرمایا:

«من صوّر صورة في الدنيا كُلِّف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح وليس بنافخ» (صحیح بخاری:۵۹۶۳)

''دنیا کے اندر کوئی شخص تصویر بنائے تو قیامت کے دن اسے اس بات کی ذمہ داری اُٹھانا ہوگی کہ وہ اس میں روح پھونکے، حالانکہ وہ یہ کام نہیں کر سکے گا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جس مشابہت سے منع کیا ہے، وہ عام مشابہت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوقات کی تصویریں بنانا ہیں جن میں روح پھونک کر اللہ تعالیٰ نے زندگی پیدا کی ہے۔ اگر ان چیزوں کے بارے میں ایسی صورتِ حال پیش آئے کہ ان کی تصویر بنا کر یا ان کے عکس کو فوٹو گرافی کے ذریعہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے تو یہ بات انتہائی مذمت کے قابل ہے۔

واضح رہے کہ بے جان اشیا کی تصویر بنانا جائز ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے ایک پیشہ ور مصور کو مشورہ دیا تھا کہ اگر تجھے تصویریں بنانی ہی ہیں تو بے جان اشیا کی تصاویر بنا لے:

عن سعيد بن أبى الحسن قال جاء رجل إلى ابن عباس فقال يا ابن عباس إني رجل أصوّر هذه الصور واصنع هذه الصور فافتني فيها قال اُدن مني فدنا منه حتى وضع يده على رأسه قال: أنبئك بما سمعت من رسول الله يقول: «كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صوَّرها نفس تعذبه في جهنم» فإن كنت لابد فاعلاً فاجعل الشجر وما لا نفس له .

(مسند احمد:۳۰۸/۱ وأصله في البخاري)

''سعید بن ابی الحسنؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور اپنا مسئلہ پیش کیا کہ میں ایسی (جاندار) تصویریں بناتا ہوں اور یہ میرا پیشہ ہے۔ مجھے اس بارے میں فتویٰ دیجئے تو ابن عباسؓ نے اسے قریب کر کے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں جو میں نے خود نبی ﷺ سے سنی ہے، کہ آپ نے فرمایا: ہر تصویر بنانے والا آگ میں جائے گا، اس کی ہر تصویر کو ایک زندہ جان بنا کر اسکے ذریعہ جہنم میں عذاب

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے گا۔ اگر تو یہ پیشہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو درخت اور بے جان اشیا کی تصویریں بنا۔''

چنانچہ یہ کہنا کہ تخلیق کی مشابہت حرمتِ تصویر کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے کیونکہ یہ وجہ بے جان اشیا کی تصویر میں بھی پائی جاتی ہے جبکہ وہاں حرمت کا حکم موجود نہیں ہے اور جاندار اشیاء کو مخصوص کرنا بلا وجہ ہے بلکہ تصویر کی حرمت کی حکمت کچھ اور ہے (مثلاً شرک یا فحاشی وغیرہ) تو ہم کہتے ہیں کہ شرک اور فحاشی تو مطلقاً حرام ہیں خواہ تصویر کی صورت ہو یا کوئی دوسری جب کہ خاص طور پر تصویر کی حرمت بھی ہے جو جاندار کی تصاویر کے بارے میں ہے، لہٰذا وہ حکمت اللہ کی تخلیق خاص سے مشابہت بھی ہے۔

البتہ پہلے یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ تخلیق الٰہی کی مشابہت سے مراد بھی فعل تخلیق کے بجائے مخلوق کو اللہ کے مشابہ قرار دینا کہ اس کی عبادت کا خطرہ ہے جس کی بنا پر تصویر کو حرام قرار دے کر شرک کے مفسدہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

تصویر بنانے اور تصویر رکھنے کے حکم میں فرق

شرع میں جہاں تک تصویر کے رکھنے یا نہ رکھنے کا تعلق ہے تو اس میں بنیادی بات احترام کی ہے، یہ بھی شرک کی حوصلہ افزائی ہے۔ تصویر بنانے اور تصویر رکھنے کا فرق ہے کہ تصویر بنانے کی حرمت تو مطلق ہے جب کہ تصویر کا وجود ذلت کی بعض صورتوں میں گوارا ہے۔ چنانچہ حرمت کے بارے میں تو آپ ﷺ کے ارشادات بالکل واضح ہیں جن کی حکمت کی فنی تشریح تو میں بعد میں کروں گا۔ ان شاء اللہ، البتہ تصویر کے وجود کے بارے میں کہ جس مقام پر تصویر موجود ہو تو اس کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟ اس کا جواب آپ ﷺ کے ایک ارشاد میں یوں ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

عن أبي هريرة قال: استأذن جبريل عليه السلام على النبي ﷺ فقال: «اُدخل» فقال: كيف أدخل وفي بيتك ستر في تصاوير فإما أن تقطع رؤسها أو تجعل بساطًا يوطأ فإنا معشر الملائكة لا ندخل بيتًا فيه تصاوير (صحیح سنن نسائی:۴۹۵۸)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے (گھر) پاس آنے کی

www.KitaboSunnat.com

اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا داخل ہو جائیں۔ جبریل کہنے لگے: میں گھر میں کس طرح داخل ہوسکتا ہوں؟ یہاں تو پردہ لٹک رہا ہے جس میں تصویریں بنی ہیں یا تو ان کے سر کاٹ ڈالیے اور یا پھر اُنہیں بچھونا بنا دیں تاکہ یہ (تصویریں) روندی جائیں، کیونکہ ہم فرشتے ایسے گھر میں جہاں تصویریں ہوں، داخل نہیں ہوتے۔''

تصویر نحوست ہے، اس لیے اس کا احترام نہیں ہونا چاہیے

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے تصویر رکھنے کے سلسلے میں جو بات فرمائی، وہ مشروط ہے۔ یعنی جس گھر میں ایسی تصویر ہو جو عزت کی جگہ پر ہو، اس تصویر کی موجودگی میں رحمت کے فرشتے گھر کے اندر داخل نہیں ہوتے۔ گویا تصویر ایک نحوست والی چیز ہے، اسی طرح کتے میں اللہ کی تخلیق ہونے کے اعتبار سے نحوست نہیں ہے، البتہ گھر میں اس کی موجودگی کی نحوست فرمانِ رسول کے مطابق لابدی ہے۔ چنانچہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا موجود ہو حتیٰ کہ ایک انسان جب جنبی ہوجاتا ہے تو اس وقت اس کے ساتھ بھی نحوست لاحق ہوجاتی ہے، اسی لیے جنبی کی موجودگی میں بھی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کمرہ یا گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا جنبی انسان یا کتا موجود ہو۔ کیونکہ تصویر کا وجود ہی نحوست ہے، البتہ تصویر کی حد تک یہ نحوست اس وقت ختم ہوجاتی ہے جب اسے ذلیل جگہ رکھا جائے گویا ذلیل ہونے کی صورت میں تصویر کا وجود گوارا ہوجاتا ہے۔ یاد رہے کہ تصویر کی یہ حرمت وممانعت فوٹوگرافی والی تصویر کو بھی شامل ہے، اور اس سلسلے میں بعض جدید دانشوروں کا موقف درست نہیں۔

ہاتھ سے تصویر بنانے اور فوٹوگرافی میں کوئی فرق نہیں!

ہاتھ سے تصویر بنانے اور فوٹوگرافی میں جن لوگوں نے فرق کیا ہے، کیا واقعتاً ان دونوں کے حکم میں کوئی شرعی فرق ہے یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کے فرمانات کے سطحی مفہوم میں جو اس دور کے تمدن کے مطابق تھا، ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر اور مجسّمے ہی تھے کیونکہ آپؐ کے دور میں لفظ تصویر کا واحد مصداق یہی تھا۔ کیمرے اور ویڈیو کی تصویر تو بعد کے ادوار کی ایجادات ہیں جو دورِ حاضر کا تمدنی ارتقا ہے، لہٰذا

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ تصویر سے حکم ربانی کا مقصود کیا ہے؟ یا دوسرے الفاظ میں تصویر کی حرمت والی نصوص کا مفہوم کیا ہے؟ بعض متجددین کا خیال ہے کہ آپؐ نے تصویر کا جو لفظ ارشاد فرمایا تھا، اس سے آپؐ کا مقصود اپنے زمانے کی مروجہ تصویر کی مختلف شکلیں تھیں جو ہاتھ ہی سے بنائی جاتی تھیں لیکن یہ درست نہیں۔

میں تمدنی ارتقا کے اس مسئلہ کو اس لیے طول نہیں دینا چاہتا کہ مولانا محمد رمضان سلفی اور دیگر حضرات نے یہ بات کھول کر بیان کردی ہے کہ یہ بات ہمارے کہنے کی نہیں بلکہ یہ ان سے پوچھو جن کی زبان عربی ہے کہ وہ اس کو 'تصویر' کہتے ہیں یا کچھ اور۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ کیا عربی زبان میں فوٹو گرافی کو 'تصویر' نہیں کہتے......؟

عکس اور تصویر کا فرق

بعض لوگ فوٹو گرافی کو عکس قرار دے کر اس کا جواز نکالنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ عکس اور تصویر میں فرق ہے۔ عکس کے اندر اگرچہ پہلی نظر میں شباہت ایک جیسی معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت اعضا دائیں بائیں اُلٹ جاتے ہیں، جبکہ تصویر میں دایاں بایاں اسی طرح رہتا ہے۔

☆ **مناہج شریعت اور مناسکِ شریعت میں فرق ہے!** تمدنی ارتقا کے حوالہ سے ایک نکتہ استطراداً واضح رہنا چاہئے کہ کیا ذرائع اور وسائل کی تبدیلی سے شرعی حکم بدل جاتا ہے؟ ظاہر ہے شریعتِ محمدی دائمی ہے، اگر تصویر پہلے حرام تھی تو اب بھی حرام ہے، البتہ ایک پہلو واضح کرنا ضروری ہے جس کا تعلق مسئلہ نسخ سے ہے کیونکہ مسائل کی ایک قسم ایسی ہے جس کا اصل تعلق مناسکِ شریعت یعنی حلال وحرام سے ہے اور دوسرے مسائل وہ ہیں جن کا تعلق نفاذِ شریعت (یعنی مناہج شریعت) سے ہے۔ مثال کے طور پر مُتعہ ہنگامی طور پر نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کئی دفعہ حلال ہوا اور کئی دفعہ حرام کیا گیا لیکن آخری بار متعہ کو حرام کردیا گیا۔ اب کوئی شخص حرمتِ متعہ کی کوئی ہنگامی وجہ تلاش کرے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس خاص وجہ سے متعہ کو حرام کیا تھا اور آج متعہ پھر جائز ہوسکتا ہے تو وہ غلطی کرے گا۔ اس لیے کہ مناسکِ شریعت کے اندر جب نسخ ہوجاتا ہے تو پھر وہ دائمی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ مناہج شریعت میں نسخ کا وہ معنی نہیں ہے جو مناسکِ شریعت میں ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ، سیوطی اور زرکشی رحمہم اللہ نے اس کی اچھی وضاحت کی ہے کہ وہاں اس کا تعلق حالات سے ہوتا ہے کہ حالات کی بنا پر جو طریقہ بھی موزوں ہو، اسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اس بنا پر ہر دو مقام (مناہج اور مناسک) میں نسخ کے معنی مختلف ہوتے ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ فرق ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے بعض ناگزیر حالات میں متعہ کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا، لیکن آخر کار اُنہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کرلیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ عکس اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک اصل سامنے موجود ہو چنانچہ عکس جب ثبت ہو جاتا ہے تو وہ تصویر بن جاتی ہے۔اس بنا پر یہ کہنا کہ تصویر ہاتھ سے بنائی جائے تو وہ حرام ہے اور جو فوٹوگرافی کی صورت میں کھینچ لی جائے وہ حلال ہے، درست نہیں ہے۔ میں واضح کر چکا ہوں کہ تصویر سازی میں جدید آلات کا استعمال تو تمدنی ارتقا کا مسئلہ ہے، بلکہ اگر اتنی اچھی تصویر بنائی جائے کہ اس کے اندر جسمانی کے علاوہ نفسیاتی آثار بھی نکھرتے چلے جائیں تو یہ انسانی ترقی کی مہارت ہے۔ چنانچہ بعض اوقات اتنی اچھی تصویر بنائی جاتی ہے کہ اس کے اندر جذبات کا اظہار بھی ہو جاتا ہے تو یہ سب تمدنی ارتقا☆ کی قبیل سے ہے، کیونکہ اچھی تصویر سے اسی طرح جذبات کی عکاسی ہوتی ہے جس طرح شاعری سے جذبات کی لفاظی ہوتی ہے۔حاصل یہ ہے کہ تمدنی ارتقا کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے اس سے تصویر کی شرعی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شرعی نصوص میں نبی ﷺ نے تصویر اور مصور ہر دو کے لئے جو وعید سنائی ہے اس کا مقصود نتیجتاً ایسا نقش ہے جو تصویر کی صورت میں تیار ہوتا ہے۔تصویر کس چیز سے بنتی ہے اور کس طرح بنتی ہے، اس کی شرع میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے؟ اسی طرح جاندار کی ہر طرح کی تصویر حرام ہے خواہ وہ کپڑا، پتھر، لکڑی، سلور یا پلاسٹک پر ہو یا کسی اور ذریعہ سے حاصل ہو، کیونکہ تصویر تو ایک شکل ہے جب وہ کہیں قرار پا جاتی ہے تو وہ تصویر بن جاتی ہے، البتہ جب وہ اصل کے ساتھ قائم ہوتی ہے تو اسے 'عکس' کہتے ہیں۔ چنانچہ پانی میں ہو تو عکس ہے، آئینہ میں ہو تو عکس ہے، لیکن اگر کہیں شکل قرار پکڑ جائے تو وہ تصویر ہے۔اس بنا پر ہر قسم کی تصویر 'تصویر' ہی ہے اور شرع میں اس کی حرمت بالکل واضح ہے۔

مسئلہ تصویر اور ہماری مداہنت

ہمارے ہاں یہ صورت قابل تشویش ہے کہ یوں تو اکابر علما تصویر کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن عملاً اس معاملہ میں مداہنت دکھاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب عام علما اور عوام بھی حرام وحلال کی تمیز کے بغیر تصویر کشی کر رہے ہیں۔اس کی ایک وجہ تو وہ شبہات ہیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ان شبہات کا خاطر خواہ جواب سامنے نہ آنے پر مسئلہ تصویر کھیل بن گیا ہے

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اب موبائل فونوں اور کیمروں کی کثرت نے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہنے دی۔

حرمتِ تصویر کی حکمت

مداہنت کی ایک بڑی وجہ تصویر کشی کے بعض پہلو اور حرمتِ تصویر کی حکمت میں بعض اختلافات بھی ہیں۔تصویر کشی کے وہ پہلو جن میں تمدنی ارتقا اور عکس وتصویر کا فرق تھا، اس کی تو وضاحت ہو چکی، البتہ حرمتِ تصویر کی حکمت ایک خالص اُصولی مسئلہ ہے۔میں کوشش کروں گا کہ اسے آسان صورت میں پیش کرسکوں۔ابتدا میں احکامِ شرعیہ کی توجیہ وتعلیل کو ہم نے فقاہت قرار دیا تھا لیکن یہ توجیہ وتعلیل فنی طور پر قیاس میں ہوتی ہے اور سد ذریعہ میں بھی۔

[پہلے ہم قیاس اور سد ذریعہ کی تعریف کرتے ہیں:

① قیاس: کتاب وسنت میں کسی شرعی حکم کی توجیہ کی بنا پر مذکورہ حکم کو دیگر مماثل اشیا پر بھی لاگو کرنا۔روزمرہ معاملات میں اس کی سادہ مثال یہ ہے کہ ایک کمرہ میں چند کھڑکیاں ہیں، گھر کا مالک خادم سے کہتا ہے کہ کھڑکی بند کردو کیونکہ کمرہ میں دھوپ آرہی ہے، چنانچہ ملازم نے ایک کھڑکی کے ساتھ دوسری کھڑکیاں بھی بند کردیں کیونکہ ان سے بھی دھوپ آرہی تھی۔گویا قیاس میں حکم لفظ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وجہ معلوم کرکے اس سے مربوط کیا جاتا ہے، اسی لیے اس وجہ کو 'مناط' (کھونٹی) کہتے ہیں کیونکہ وہ حکم اس سے منسلک ہوتا ہے۔

② سدِ ذریعہ: لغوی معنی: 'وسیلہ میں رکاوٹ ڈالنا'۔اس میں بھی کسی حکم کی تعمیل میں توجیہ وتعلیل پر غور کیا جاتا ہے کہ کیا کوئی نقصان یا شرعی مقاصد تو متاثر نہیں ہورہے۔اگر شرعی طور پر کوئی خرابی لازم آتی ہے تو تعمیل سے ہاتھ روک لیا جاتا ہے۔اس کی سادہ مثال یوں ہے کہ عموماً تشدد کے خوف سے اسلحہ کی نمائش سے منع کردیا جاتا ہے، حالانکہ اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ رکھنا ہر انسان کی ضرورت ہے۔ایسے ہی شرعی طور پر سرکاری ملازمین کو رشوت کے خوف سے تحائف وصول کرنے سے ہاتھ روک لینا چاہیے۔سد ذریعہ میں شرعی حکم کا تعلق حکمت سے ہوتا ہے اور وہ حکمت اصل مسئلہ کی بجائے اس کے وسیلے اور ذریعے کی رکاوٹ سے حاصل ہوتی ہے۔

دونوں میں فرق: قیاس اور سد ذریعہ دونوں کا تعلق اگرچہ شرعی توجیہ وتعلیل سے ہے، تاہم چند باتوں میں فرق ہے، مثلاً

www.KitaboSunnat.com

① قیاس میں علت کی بنا پر حکم میں توسع پیدا ہوتا ہے جبکہ سد ذرائع میں وسعتِ حکم میں رکاوٹ ڈال کر اسے محدود کیا جاتا ہے۔ مثلاً اوپر کی مثالوں میں قیاس کی صورت ایک کھڑکی کے ساتھ دوسری کھڑکیوں کو بھی کھولنا میں شامل کرلیا گیا، جبکہ سد ذرائع میں اسلحہ کی نمائش اور تحائف جیسے جائز معاملات کو بھی محدود کر دیا جاتا ہے۔

② دوسرا فرق یہ ہے کہ قیاس مخصوص نصوص کی بنا پر شرعی احکام کا پھیلاؤ ہوتا ہے جبکہ سد ذریعہ کا طریقہ شرع کے عمومی مقاصد کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ مثلاً عمومی امن وامان کے لیے ہتھیار کی نمائش روک دی جاتی ہے اور عمومی رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لیے تحائف کا لین دین بھی رشوت قرار پاتا ہے۔

③ تیسرا فرق یہ ہے کہ قیاس میں علت وحکمت مطرد یعنی ہمیشہ جاری اور ساری رہتی ہے، مثلاً مسافر کے لیے ہمیشہ روزہ میں رخصت ہے مگر سد ذریعہ میں حکمت اہمیتِ مقاصد کے تحت بدلتی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات راجح مصلحت کے تحت ناجائز کام بھی جائز ہو جاتے ہیں جیسا کہ حق تلفی اور ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینے کی اجازت ہے۔ اسی طرح مسلمان قیدیوں کو دشمن سے چھڑانے کے لیے فدیہ دینا جائز ہو جاتا ہے۔ اسے فتح ذریعہ کہتے ہیں۔

سد ذریعہ کے ان امتیازات کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ تصویر کا مسئلہ سد ذرائع کے باب سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصویر میں اکابر علماء فتویٰ کے اختلافات کے باوجود مقاصد کی اہمیت کی بات بھی کرتے ہیں۔ مثلاً شیخ ابن بازؒ، علامہ البانیؒ اور شیخ محمد صالح فوزان بچوں کو کھیل یا لڑکیوں کی تربیت کے لیے گڑیوں کی اجازت دیتے ہیں۔ اسی طرح پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ کی بھی اہمیت کے پیش نظر تصویر کی رخصت دیتے ہیں۔ ہم یہاں ان سب سے زیادہ راسخ بزرگ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ کی ایک عربی عبارت کا حوالہ دیتے ہیں:

وقبل أن أنهی هذه الكلمة لايفوتني أن ألفت النظر إلى أننا وإن كنا نذهب إلى تحريم الصُّور بنوعيه جازمين بذلك فإننا لا نرٰى مانعًا من تصوير ما فيه فائدة متحققة بدون أن يقترن بها ضرر ما ، ولا تتيسر هذه

الفائدة بطريق أصله مباح، مثل التصوير الذي يحتاج إليه الطبّ وفي الجغرافيا وفي الاستعانة على اصطياد المجرمين والتحذير منهم ونحو ذلك فإنه جائز بل قد يكون بعضه واجبًا في بعض الأحيان والدليل على ذلك حديثان ...... الخ (بحوالہ حكم التصوير في الإسلام: ٦٦)

''(مسئلہ تصویر پر) اپنی گفتگو ختم کرنے سے قبل میں اس امر کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ ہماری رائے تصویر کی حتمی طور پر حرمت کی ہے۔ تاہم اس بارے میں ہم کوئی مانع نہیں پاتے کہ اگر تصویر میں کسی نقصان کے خطرہ کے بغیر حقیقی فائدہ موجود ہو اور یہ فائدہ کسی جائز طریق سے حاصل نہ سکتا ہو، تو تصویر کی گنجائش ہے۔ علم طب، جغرافیائی ضرورتیں، مجرموں پر ہاتھ ڈالنے اور ان کی غلط کاریوں سے بچاؤ وغیرہ جیسے مقاصد تصویر کشی کا جواز پیدا کرتے ہیں بلکہ بعض خاص صورتوں میں تصویر کشی واجب بھی ہو جاتی ہے۔ اس پر درج ذیل دو حدیثیں دلیل ہیں:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اُمّ المومنین) گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کھیلنے والی سہیلیاں بلا لاتے تھے۔ (بخاری: ۱۰/۴۳۴، مسلم: ۷/۱۲۵، احمد: ۶/۱۶۶، ۲۳۳، ۲۴۴، واللفظ لہ، ابن سعد: ۸/۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے طبقات ابن سعد ۷/۶۶ کی ایک دوسری صحیح روایت ہے کہ کھیل کے لیے ان کے پاس گڑیاں تھیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے پردہ کر کے اوٹ میں ہو جاتے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا کھیل جاری رکھیں۔ (یہ لفظ ابوعوانہ کے ہیں)

آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی آرہی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ان کے پاس گھوڑا بھی تھا جس کے چیتھڑوں کے بنے ہوئے دو پر تھے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: ''اس حدیث سے گڑیوں کی تصویریں بنانا تاکہ لڑکیاں ان سے کھیلیں، کے جواز کی دلیل حاصل کی جاتی ہے اور یہ تصویروں کی ممانعت والے حکم سے الگ ہے۔ اسی پر قاضی عیاضؒ نے اطمینان ظاہر کیا ہے اور جمہور علماء کا یہی موقف نقل کیا ہے کہ جمہور نے لڑکیوں کی لڑکپن ہی سے گھریلو اور اولاد کی تربیت کی غرض سے گڑیوں سے کھیل کی اجازت دی ہے۔''

② ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ نبیؐ نے عاشوراء کی صبح مدینہ منورہ کے اردگرد بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جو کوئی ناشتہ کر چکا ہے وہ تو سارا دن بے روزہ رہے لیکن جو نہار منہ ہے وہ روزہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ لے۔حضرت ربیعؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم اس دن کے بعد سے ہمیشہ خود روزہ رکھتیں اور ہمارے بچے بھی روزہ سے ہوتے اور جب بچوں کو لے کر ہم مسجد میں جاتیں تو روئی سے ان بچوں کو کھلونے بنا دیتیں۔ یہ کھلونے بھی ہمارے ساتھ ہوتے۔جب کوئی بچہ کھانا مانگتے مانگتے رو پڑتا تو ہم یہ کھلونے دل بہلانے کو اسے دے دیتیں یہاں تک افطاری کا وقت ہو جاتا۔''

ایک روایت میں یہ ہے: بچے جب ہم سے کھانے کو مانگتے تو انہیں مشغول کرنے کے لیے یہ کھلونے دے دیتیں تاکہ وہ بچے بھی روزہ مکمل کر لیں۔ (بخاری:۱۶۳/۴، مسلم:۱۵۲/۳۔اصل عبارت صحیح مسلم کی ہے اور کچھ زیادہ باتیں دیگر روایات سے لی ہیں)'']

ہم نے جن اکابر اہل علم کا ذکر کیا ہے، ان کے نزدیک رسول کریم ﷺ کے شدید ارشادات کی بنا پر تصویر فی نفسہٖ حرام ہے ،لیکن بعض اہم ضرورتوں کی بنا پر چند صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ گڑیوں اور پاسپورٹ وغیرہ کی اہمیت کے پیش نظر تصویر کی گنجائش موجود ہے۔ جبکہ بعض متجددین کے سر پر 'فنونِ لطیفہ' کا جنون سوار ہے اور وہ تصویر اور رقص وسرود کو بنیادی طور پر ایک مستحسن اور مطلوب شرعی قرار دیتے ہیں۔اگرچہ حلقہ اشراق نے تصویر کے موضوع پر جو کتابچہ 'اشراق کے خاص نمبر بر تصویر' کے بعد شائع کیا ہے، اس میں سدذریعہ کا نکتہ ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے یہ خرابی، خاص علاقے اور خاص دور تک ہی محدود رکھی ہے اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو دائمی طور پر تسلیم نہیں کیا۔ (دیکھیں 'تصویر کا مسئلہ' از محمد رفیع مفتی: ص ۹۵)

جبکہ ہماری رائے اس سے قطعی مختلف ہے، ہم تصویر کی اصلاً حرمت کے قائل ہیں البتہ اس کی وجۂ حرمت سدذریعہ ہی کو قرار دیتے ہیں، کیونکہ سد ذریعہ بسا اَوقات حرام ہونے کے باوجود اہم مقاصد کے پیش نظر جائز ہو جاتا ہے۔ٹیلی ویژن اور اس جیسے دیگر الیکٹرانک میڈیا پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے اعلیٰ شرعی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم احترام کیے بغیر تصویر کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں۔

سد ذریعہ کا باب مقاصدِ شریعت کی قبیل سے ہے اور قواعد فقہیہ کی صورت میں انہی مقاصد شریعت کا انضباط ہوتا ہے لہٰذا اسی روحِ شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے الضرورات تقدر بقدرھا جیسی پابندیوں کے ساتھ ہم الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کی حوصلہ افزائی

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔☆ اور اگر ذریعہ غیر اہم ہو تو حکم مکروہ ہوگا۔اسی طرح حالات وواقعات کے تناظر میں ذرائع اور وسائل کی اہمیت بھی بدل سکتی ہے۔تصویر کی دورِ حاضر میں یہی صورت ہے۔ شرعی مقاصد کے لیے اگر ذرائع ابلاغ میں الیکٹرانک میڈیا کا کردار دیکھا جائے تو تبلیغ اسلام کے لئے تصویر کی ممانعت کے مفاسد اس کے مقابلے میں کمزور نظر آتے ہیں، اس بنا پر تصویر کو چند شروط کے ساتھ الیکٹرانک میڈیا پر گوارا کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض لوگ اضطراراً تبلیغ اسلام کے لئے تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ اضطرار اور حاجت ہر دو کے حوالے سے ہمیں انتہائی رویہ سے بچنا چاہئے۔شدید ضرورت تو وہ ہوتی ہے جس کو شرع میں اضطرار کہا جاتا ہے اور ایک عام حاجت ہوتی ہے جس میں نفع ونقصان کی مصلحت راجح پیش نظر ہوتی ہے، چنانچہ جہاں نفع ونقصان کا تقابل کیا جاتا ہے، اسے اضطرار نہیں کہتے۔

جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں کہ سد ذریعہ کا تعلق مقاصد شریعت سے ہے اور عام طور پر مقاصدِ شریعت قواعدِ فقہیہ سے منضبط کیے جاتے ہیں۔اسلئے میں قواعد فقہیہ (Legal Maxims) سے مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔مثلاً قواعد فقہیہ ہیں: "الضرورات تبیح المحظورات"، "الضرورات تقدر بقدرها" یا "الحاجات تقدر بقدرها" وغیرہ۔ یاد رہے کہ قواعد فقہیہ کبھی بنیادی دلیل کے طور پر نہیں آتے بلکہ شریعت کا مزاج بتاتے ہیں۔ پھر شریعت کی اس روح کا بھی ہمیں شرع کی عمومی تعلیمات سے یا خود نبی اکرم ﷺ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ تصویر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ صریح حرمت بیان فرما رہے ہیں کہ سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصاویر بنانے والے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے وجود کے بارے میں شرع اتنی حساس ہے کہ اُس مقام پر رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا لیکن یہی تصویر اگر پیروں میں روندی جا رہی ہو تو فرشتہ داخل ہو جاتا ہے اور وہی تصویر اگر بچیوں کی تربیت کے لیے حاجت بن جائے تو اس کی بنا پر گھر میں گڑیاں وغیرہ رکھی جا سکتی ہیں اور بچوں کو کھلونے بنا کر بھی دیے جا سکتے ہیں، جیسا کہ نبی کے گھر میں حضرت عائشہؓ کی گڑیوں میں پروں والا گھوڑا بھی موجود تھا۔سنن ابو داود میں حدیث موجود ہے:

www.KitaboSunnat.com

عن عائشة قالت: قدم رسول الله ﷺ من غزوة تبوك أو خيبر وفي سهوتها ستر، فهبّت ريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لُعَب فقال: «ما هذا يا عائشة؟» قالت: بناتي! ورأى بينهن فرسًا له جناحان من رقاع، فقال: «ما هٰذا الذى أرٰى وسطهن؟» قالت: فرس، قال:«وما هذا الذي عليه؟»قالت:جناحان، قال:« فرس له جناحان؟»قالت: أما سمعت: أن لسليمان خيلاً لها أجنحة؟ قالت: فضحك حتى رأيت نواجذه.

''امّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس تشریف لائے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی تو اس نے پردے کی ایک جانب اُٹھا دی، تب سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئے۔ آپؐ نے پوچھا: عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے ان میں کپڑے کا ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔ آپ نے پوچھا: میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ گھوڑا ہے۔ آپ نے پوچھا: اور اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا: اس کے دو پر ہیں۔ آپؐ نے کہا: کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ عائشہؓ نے کہا: آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے؟ کہتی ہیں: چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھیں۔'' (صحیح سنن ابوداود:۴۱۲۳)

کیا تصویر فی نفسہٖ حرام ہے یا اس کی حرمت خارجی وجوہ پر موقوف ہے؟

اس بنا پر میں مسئلہ تصویر کو قیاسی علت کی بجائے سدذرائع کی حکمت کا ایک مسئلہ سمجھتا ہوں چونکہ سدِ ذرائع کے اندر اُصول یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ ذریعہ کتنا طاقتور ہے؟ یعنی شرعی مصلحت کا تقابل کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ممنوع ذرائع ہیں مثلاً شرک اور فحاشی وغیرہ تو یہ بذاتہ حرام ہیں، تصویر اگر نہ بھی ہو تب بھی حرام ہیں، البتہ تصویر کی ذاتی حرمت کے بارے نبی کریمؐ کے واضح ارشادات کی موجودگی میں یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ تصویر کو اصلاً مباح قرار دیا جائے۔☆

حدیثِ رسولؐ کے بجائے اپنی توجیہ وتعلیل پر زیادہ اعتماد کرنے کی بنا پر غامدی صاحب کو

☆ کتاب وسنت کی خصوصی تعلیمات کے ذریعہ جو شے حرام کر دی جائے، وہ اصلاً حرام ہی ہوتی ہے، کیونکہ توجیہ وتعلیل بہرصورت ہمارا اجتہاد ہوتا ہے جس میں غلطی کا امکان بہرحال ہے اور جب صریح نصوص تصویر کی حرمت اور مصورین پر وعید کی موجود ہیں تو نص کے مقابلہ میں اجتہاد پر اعتماد مؤمن کا شیوہ نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

شبہ لاحق ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تصویر فی نفسہٖ حرام نہیں بلکہ یہ مستحسن اور مطلوب امر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال سے محبت کرتے ہیں اور انسان فنونِ لطیفہ کی صورت میں جو بھی لطافت دکھاتا ہے تو وہ درحقیقت انسان کی روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی قوتوں کا اظہار ہوتا ہے اور انسان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنی ان تمام قوتوں کو فروغ دے۔

یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قوتوں کو بہترین طریقے سے استعمال کرنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب بھی دی ہے۔ البتہ یہ ضرور ملحوظ رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں منع کی ہیں، ان کے اندر کوئی نہ کوئی شیطانی دخل ہوسکتا ہے۔ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ تصویر ہو یا رقص وسرود، یہ موسیقی کی طرح فنونِ لطیفہ میں شامل ہیں جو کسی انسان کی فنی مہارت ہے بلکہ موسیقی روح کی غذا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کم از کم یہ غور کرلیتے کہ یہ روح کی غذا ہے یا بدروح کی غذا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ انسان کا ذوق جمال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ذوقِ جمال تو انسان کا یہ ہے کہ وہ ہر وقت عورت صنفِ نازک کو دیکھتا رہے۔ کسی عورت نے مرد سے کہا تھا کہ تو مجھے کیوں گھوررہا ہے:

کسی کی جو صورت پہ ہوتے ہیں شیدا
آخر وہ رنج واَلم دیکھتے ہیں!

تو مرد نے آگے سے دانشورانہ جواب دیا تھا کہ تم مجھے کیوں ملامت کرتی ہو:

نہ تجھ سے غرض ہے نہ صورت پہ تیری
مصور کا ہم تو قلم دیکھتے ہیں

اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کی تاویلیں کرنے والے تو بڑے ہیں۔ گلوکارہ نورجہاں بھی کہتی تھی کہ ہم سے زیادہ نیکی کا کام کون کرتا ہے؟ ہم تو گانے اور اداکاری سے لوگوں کے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں، ان کے دل لگاتی ہیں۔ اس طرح اگر یہ بات مان لی جائے تو دنیا کے تمام شیطانی کام جائز ہوجائیں گے۔ پھر تو نام نہاد فطرت کے بعض شیدائیوں کے بقول انسانوں کو ننگا پھرنا چاہیے اور لوگوں کو اپنا ننگا پن دکھانا بھیچاہیے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس سے دکھی انسانوں کو خوشی ملتی اور ان کا علاج ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

غامدی صاحب کے شاگرد جناب محمد رفیع مفتی اپنی کتاب 'تصویر کا مسئلہ' میں لکھتے ہیں :

''تصویر کے بارے میں قرآن کی آیات اور احادیث کی رہنمائی سے یہ بات تو کھل کر سامنے آگئی ہے کہ مذہب کا تصویر پر اعتراض صرف اور صرف کسی دینی یا اخلاقی خرابی ہی کی بنا پر ہے، ورنہ وہ ان چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہتا۔ چنانچہ نقاشی، مصوری، فوٹوگرافی، مجسمہ سازی میں سے جو چیز بھی کسی دینی یا اخلاقی خرابی کا باعث بنے گی، وہ اس خاص حوالے سے ممنوع قرار پائے گی۔'' (ص ۹۴)

چنانچہ محمد رفیع مفتی صاحب کے بقول کسی خاص علاقے اور کسی خاص دور میں یہ مسئلہ صرف اس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب مجسمہ سازی شرک کی طرف رغبت کا ذریعہ بننے لگے تو اس وقت تصویر حرام ہوگی۔ اُنہوں نے تصویر سے پیدا ہونے والے شرک کو کسی خاص علاقے میں کسی خاص دور کا مسئلہ قرار دیا ہے جو ان کی بنیادی غلطی ہے۔ دراصل تصویر کی بقا ہمیشہ ہی سے ایک خطرہ رہی ہے۔ جب پہلے پہل نیک لوگوں کی تصویریں بنائی گئی تھیں تو ان کو اس وقت قطعاً یہ خیال نہ تھا کہ یہ بعد میں معبود بنا لیے جائیں گے،معبود بنانے والے تو بعد میں آتے ہیں۔ آج ذرا محمد علی جناح یا علامہ اقبال کی تصویر کو نیچے گرا کر تو دیکھئے یا کسی بڑے سیاسی لیڈر یا سرکاری عہدے دار ہی کی تصویر کو نیچے گرا دیجئے تو ایک طوفان برپا ہوجائے گا۔ چنانچہ کسی تصویر کا اِکرام کرنے والے تو بعد میں آتے ہیں ، لہٰذا تصویر کی حرمت کی وجہ ہمیشہ سے موجود ہے۔

میری نظر میں شرک اور فحاشی کے علاوہ بھی تصویر کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں وہ حرام ہوگی مثلاً ان کا دکھاوا ہو رہا ہو یا ان کا غیر معمولی اِکرام ہو۔ شرک اور فحاشی کے علاوہ تصویر میں یہ دو چیزیں بھی اگر پائی جائیں تو ایسی تصویریں حرام ہیں ۔

میڈیا کی اہمیت

فی الوقت ہمیں نبیؐ کے زمانہ کی طرح خدشۂ شرک اور بچیوں کی تربیت وغیرہ کا تقابلی مسئلہ درپیش ہے۔ اس دور میں 'انفارمیشن ٹیکنالوجی' (میڈیا) اپنے مقاصد کو پھیلانے کا بہت بڑے ذریعے بن گئے ہیں۔ آج الیکٹرانک میڈیا تو اتنا تیز جارہا ہے کہ ہمارا پرنٹ میڈیا بہت پیچھے

www.KitaboSunnat.com

رہ گیا ہے۔لوگوں پر اس کے اثرات اس قدر بڑھتے جارہے ہیں کہ کل کلاں حدیثِ نبویؐ کی تدوین اور تحریر کے دلائل پیش کرنے کے بجائے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ مجموعہ حدیث کمپیوٹرائزڈ ہے یا نہیں؟ جبکہ تحریر وتدوین ہو یا کمپیوٹرائزیشن یہ تو ہر زمانے کے ذرائع ابلاغ اور ان کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔ میں اس بات کی بھرپور حمایت کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے ذرائع ابلاغ کے اندر جدید ٹیکنالوجی کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے اور ہمیں خود چینلز قائم کرنے چاہئیں۔شرع کے حوالے سے بعض علما کی یہ بات کہ دوسروں سے وقت خریدا جائے اور اپنا چینل قائم نہ کیا جائے، مجھے اس کا فرق سمجھ نہیں آیا۔اسلئے کہ اگر آپ اپنا چینل قائم کرنا جائز سمجھتے ہیں تو وقت خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہت ضروری ہے کہ جدید ذرائع جو حصولِ خیر کا باعث بن سکتے ہیں، ان کو قطعاً نہ چھوڑا جائے، بلکہ مزید مروّجہ ذرائع کو بھی پوری طرح فروغِ اسلام کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔

قابل احترام تصاویر سے ہر ممکنہ احتراز

تصویر کے سلسلے میں یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ تصویر کا اِکرام بھی حرام یا کم از کم مکروہ امر ضرور ہے۔ چنانچہ اس احتیاط کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ احترام والی تصویر کی گنجائش اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے جتنی شرع نے اجازت دی ہے۔ اگرچہ جدید الیکٹرانک میڈیا کے حوالہ سے ایک نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ اس میں بعض اوقات تصویر ظاہری طور پر موجود نہیں ہوتی لہٰذا اور وہاں احترام کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تاہم اگر یہ تصاویر ظاہر ہو جائیں یا عام ظاہری تصاویر وغیرہ موجود ہوں تو اُن کو نمایاں جگہ پر رکھنے سے کلی احتراز کرنا چاہئے۔ جہاں تک شناختی کارڈ یا دیگر سرکاری ودفتری نوعیت کی تصویروں کا تعلق ہے تو ایسی تصاویر کو رکھنا ہماری نہیں بلکہ ہمارے قانون کی مجبوری ہے، اس لیے ان تصاویر سے دل میں نفرت ضرور ہونی چاہیے۔

یہاں میں امام ابو حنیفہؒ کے حوالے سے ایک تنبیہ کی بات ذکر کرتا ہوں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص داڑھی مونڈ کر شیشہ دیکھے اور شیشہ دیکھ کر خوش ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ داڑھی مونڈ کر شیشہ دیکھنے کے بعد خوشی سے معلوم ہوا کہ اسے اس برائی سے دل میں بھی

www.KitaboSunnat.com

نفرت نہیں رہی ، اس لیے کہ نہی عن المنکر کا آخری درجہ تو برائی سے نفرت کا ہے اور اگر وہ بھی جاتی رہی تو ایمان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔غرض اگر کوئی خوشی سے تصویر کھنچواتا ہے تو پھر واقعی مذمت کا مستحق ٹھہرتا ہے، لیکن اگر یہ تصویر اس لیے کھنچوائی جائے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اسلامی مقاصد کے لیے ذرائع ابلاغ سے فائدہ اُٹھا سکیں یا اپنا الیکٹرانک چینل قائم کریں اور ذرائع ابلاغ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کریں تو یہ جدید ٹیکنالوجی ایک تمدنی ارتقا ہونے کے ناطے کوئی ممانعت نہیں ہے ہمیں اپنے چینل بھی قائم کرنے چاہئیں اور اُنہیں استعمال بھی کرنا چاہیے۔

تصویر کی حرمت ہمیشہ سے ہے اور تا قیامت برقرار رہے گی!

مذکورہ بالا اہمیتوں اور احتیاطوں کے باوصف میں آخر میں واضح الفاظ میں کہوں گا کہ تصویر قدیم شریعتوں میں بھی حرام تھی اور آج بھی حرام، البتہ بعض چیزیں بعض درمیانی اَدوار میں محدود مدت کے لئے جائز ہوئیں جبکہ شریعتیں تمام انسانیت کے اعتبار سے ابھی مکمل نہیں تھیں، جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں مجسّمے جائز تھے اور حضرت یوسف کے زمانے میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا۔آدمؑ کو سجدۂ تعظیمی کروایا گیا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت جو کامل واکمل ہے اور جو ہر قسم کے حالات اور ہر قسم کے زمانہ کے لیے ایک دائمی شریعت ہے، اس کے احکامات بھی تا قیامت دائمی ہیں۔

کسی خاص نبی کے زمانے میں اگر کوئی چیز جائز ہو تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ شریعتِ کاملہ کے اندر وہ چیز خود بخود جائز ہو جائے گی۔ اگر پہلی شریعتوں میں بعض چیزیں مثلاً سجدۂ تعظیمی جائز تھا یا تصویر جائز تھی اور آج اگر غامدی حلقہ اس بنا پر تصویر کو جائز قرار دیتا ہے تو یہ استدلال درست نہیں جیسا کہ آج سجدہ تعظیمی بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محدث کو ہر ماہ اپنے گھر یا دفتر میں وصول کے لئے صرف ۲۰۰ روپے منی آرڈر کریں

رابطہ: محمد اصغر (منیجر): ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 5866476 ,5866396

مذاکرۂ علمیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک

تبلیغ دین کے لئے تصویر و ویڈیو کا حکم

دوستوں نے اب تک جو گفتگو کی ہے، ماشاء اللہ پورے اخلاص اور پوری تیاری سے اُنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں اس اہم مجلس کے انعقاد پر ملی مجلس شرعی کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں میری مختصر گزارشات حسبِ ذیل ہیں:

۱۹۸۳ء میں جماعت ِاسلامی میں اس موضوع پر اختلاف ہوا اور ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۱ء تک ہم نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر مباحثے منعقد کیے اور تحقیق کی جس کے نتیجے میں ہماری ایک ٹیم بنی، مولانا محمد جان عباسی اس ٹیم کے سربراہ تھے۔ اس کمیٹی میں میرے علاوہ مرحوم بزرگ مولانا خلیل احمد حامدی، شیخ القران مولانا گوہر رحمٰن اور مولانا ملک غلام علی جیسے علماے کرام بھی اس کمیٹی میں شامل تھے۔ ہم نے اس مسئلے پر پوری تحقیق کی اور اس کے بعد ہماری کمیٹی نے جس فیصلہ کا اعلان کیا، اس کو لکھنے کی سعادت بھی میرے حصہ میں آئی، جس پر ہم سب دوستوں نے دستخط کیے تھے۔

اپنی بحث و تحقیق میں ہم نے جملہ احادیث، ان کی تخریج اور علما وفقہا کے اقوال کی تحقیق کی۔ اس میں «رقمًا في الثوب» اور گڑیوں کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا، اور ان سب پر ہم نے اچھے طریقے سے بحث کرتے ہوئے غور وفکر کے تمام مراحل طے کیے۔

اس سارے تحقیقی عمل میں ہمیں تصویر سازی کے بارے میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس میں نبی کریم ﷺ نے تصویر سازی کی اجازت دی ہو۔ چنانچہ تصویر سازی کی حد تک شریعت کی حرمت بالکل واضح ہے۔ جہاں تک تصویر کے استعمال کا تعلق ہے تو اس کے استعمال کی بعض صورتوں میں، ان کے سر کاٹ کر استعمال کیا جائے یا پھر تکیے کے طور پر استعمال کیا جائے، اس کی گنجائش کی تفصیلات ہمیں ضرور میسر آئیں۔ ان ساری صورتوں پر

☆ مہتمم مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ہم بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں، اس لئے اب میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا۔

فوٹوگرافی

اپنی بحث اور اس کا ہم نے جو خلاصہ نکالا، وہ سب ایک کتابچے کی شکل میں محفوظ کر دیا گیا، اس کتابچے کو ہمارے دوست مولانا گوہر رحمٰن مرحوم نے مرتب کیا تھا جس کے آخر میں تصویر کے مسئلے پر خلاصہ بھی موجود ہے۔ ہم نے اس وقت تک میسر معلومات اور علماے کرام کی تحقیق کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں ہماری کمیٹی نے جو فیصلے دیے، مجھے اُمید ہے کہ اس مجلس کو آج بھی اس سے اتفاق ہوگا کیونکہ جن حضرات کی میں نے گفتگو سنی ہے، ان کی گفتگو کا حاصل بھی تقریباً یہی نکلتا ہے۔ وہ فیصلے مندرجہ ذیل ہیں:

① قدِ آدم تصویر کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ چھوٹی تصویر کی جو ہم نے اِجازت نکالی، وہ "الضرورات تبیح المحظورات" اور دوسرا قاعدہ "الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامًا أو خاصًا" کے تحت ہے۔ حاجتِ شدیدہ بھی بعض اوقات ضرورت کے درجے کو اختیار کر لیتی ہے۔ تو ہم نے بھی اس موقع پر سوچا کہ پورٹریٹ کی حاجتِ شدیدہ نہیں ہے۔ ابھی یہاں بحث چل رہی تھی کہ بڑی بڑی شخصیات کی قدآور تصویریں لگائی جاتی ہیں اور لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میری نظر میں ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

② تصویری بیج، سینے پر تصویر والے بیج لگانا وغیرہ بھی نہیں ہونے چاہئیں اور اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

③ تصویریں فروخت نہیں کی جائیں گی، اس کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے کہ اس کو کاروبار بنایا جائے اور کوئی تصاویر کی فروخت یا دکان کھولے، یہ امر بھی ناجائز ہے۔

④ خواتین کی فوٹو یا تصویر نہیں بنائی جائے گی، کیونکہ اس کی بھی حاجت نہیں ہے۔

⑤ تصویری نمائش نہیں ہوگی۔

اخبارات میں تصاویر پر سکوت

البتہ اخبارات کے اندر جو تصویریں چھپتی ہیں، جلسے جلوسوں اور اجتماعات کے جو پروگرام اور ان کی تصویریں چھپتی ہیں، ان کو ہم نے نفی یا اثبات ہر دو پہلو کے اعتبار سے نہیں چھیڑا۔ نہ تو

www.KitaboSunnat.com

ان کی نفی کی اور نہ ہی ان کا اثبات کیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حاجت شدید ہے اور ہم نے یہی سمجھا ہے۔

ابھی یہاں ایک دوست نے بات کی تھی کہ پوری دنیا کے اندر اب نیک لوگوں کی تصویریں بھی اَخبارات میں چھپتی ہیں ۔ اور یہ ہماری حاجت بھی ہے کہ یک طرفہ طور پر دین سے وابستہ لوگوں کو ذرائع ابلاغ سے آؤٹ نہیں ہونا چاہیے ۔ہم آؤٹ ہوجائیں، اخبارات اور رسالوں میں بھی ہمارا کوئی تعارف نہ ہو، ٹی وی میں بھی ہمارا کوئی تعارف نہ ہو، جہاں تک بے دین لوگ ہیں تو ان کو ان ذرائع ابلاغ سے خارج کرنا تو ہمارے اختیار میں نہیں اور وہ موجود رہیں گے۔ لہٰذا ہم نے کہا کہ ہمیں یکطرفہ طور پر آؤٹ نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن حکمت کے تحت اخبارات میں اجتماعات وغیرہ کی تصاویر کی اشاعت کے مسئلے کو ہم نے چھیڑا ہی نہیں ۔

یہ تو ہوا تصویروں کا مسئلہ! میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم حاجتِ شدیدہ یا ضرورت کی بنیاد پر ایسی اشیا جن کی حاجت نہیں ہے، ان کی ممانعت کردیں اور یہاں سے ممانعت کی ایک قرارداد پاس کردیں تو اس کے بالمقابل تصویر کے جواز کو بھی کھینچ تان کر ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس کی بھی کوئی حاجت نہیں کہ ہم یہاں پر بیٹھ کر اس کے جواز کے دلائل ڈھونڈتے پھریں۔ چونکہ بقدرِ ضرورت اور بقدرِ حاجت تو جو چیز چل رہی ہے، اس پر علماے کرام کا بھی کوئی شدید ردّعمل نہیں ہے۔ یعنی اخبار میں اگر آپ کی تصویر چھپتی ہے تو علما بھی اس پر نکیر نہیں کرتے، کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ اور باقی پورٹریٹ وغیرہ چونکہ ہماری ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں شرعی نقصان بھی ہے جیسا کہ یہاں مختلف اہل علم بیان فرما چکے ہیں ۔

ٹی وی پر آنا اور ویڈیو بنوانا؟

جہاں تک ٹی وی کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں بہت پہلے سے ہماری رائے یہی تھی کہ ٹی وی وغیرہ کی مثال اسلحہ اور ذریعہ ووسیلہ کی ہے۔ اس کو نیکی کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور بدی کے لیے بھی۔ اس کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہونا چاہیے کہ اسے بدی کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ فحاشی وعریانی اور بے دینی کی اشاعت کے لیے اس کو استعمال نہ کیا جائے، البتہ نیک کاموں کے استعمال کے لیے اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

وجہ اس کی یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویر 'جامد تصویر' نہیں ہے بلکہ یہ پرچھائیں ہیں۔ اس کی ریل پر تصویر کسی کو نظر نہیں آتی۔ یہی صورتحال ویڈیو کی بھی ہے کہ جس طرح براہِ راست ٹی وی سے حرمین شریفین کو نشر کیا جاتا ہے اور بعض اوقات اس کی ویڈیو وغیرہ بنا کر پیش کی جاتی ہے۔ ٹی وی اور ویڈیو میں مآل (انجام کار) کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اور مآل کے لحاظ سے دونوں میں کوئی چیز دیکھنے کو نہ ملے گی، جامد تصویر تو ہے نہیں، ایسے ہی ریل پر بھی تصویر موجود نہیں ہے کہ اس بنا پر اس کو حرام کہا جاسکے، اس بنا پر ٹی وی اور ویڈیو کا حکم الگ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا تقی عثمانی صاحب نے کہا اور مولانا رفیع عثمانی صاحب سے بھی ایک بار ہماری بحث ہوئی تو اُنہوں نے کہا کہ اس میں ہمیں تردّد ہے۔ جو تصویر ٹی وی پر براہِ راست نشر ہوتی ہے، وہ تو ٹھیک ہے لیکن جو براہِ راست نشر نہیں ہوتی بلکہ اس کی فلم بنائی جاتی ہے تو اس میں ہمیں تردّد ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس میں آپ کو کس بنیاد پر تردّد ہے؟ دیکھنے میں تو اس ریل پر بھی کوئی تصویر نظر نہیں آتی، نہ ویڈیو فلم میں اور نہ براہِ راست، جہاں تک آپ اس کو نشر کریں گے، اس میں کسی تصویر کا کوئی کام نہیں۔

الغرض میری رائے میں براہِ راست نشر کرنا اُسی طرح ہے جس طرح فلم بنانا۔ فلم بندی کا مآل بھی وہی ہے اور براہِ راست نشر کرنے کا بھی وہی۔ براہِ راست کے تو اکثر لوگ قائل ہیں اور جو لوگ براہِ راست کے قائل ہیں تو اُنہیں ویڈیو فلم کا بھی قائل ہونا چاہیے کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے...... لہٰذا یہ مسئلہ تو بالکل آسان ہے۔

لہٰذا ٹی وی میں علما کو جانا اور پروگراموں میں پیش ہونا چاہیے۔ میں نے اپنی بحث کے موقع پر الحاجة تنزل منزلة الضرورة کی ایک مثال بھی پیش کی تھی۔ البدایہ والنہایہ میں یہ واقعہ ہے کہ جنگِ قادسیہ میں جس وقت صحابہ کرامؓ جنگ کو نکلے تو آگے سے ایرانی لشکر ہاتھی لے کر آگیا۔ صحابہؓ کے پاس گھوڑے تھے جو ہاتھیوں سے بدکتے اور آگے نہیں جا سکتے تھے۔ اس مشکل کو حل کرنے اور گھوڑوں کو ہاتھیوں سے مانوس کرنے کے لئے ہاتھی کی ایک فرضی مورتی بنائی گئی اور اس کے سامنے گھوڑوں کو لا کر اس سے مانوس کیا گیا۔ جب گھوڑے مانوس ہوگئے تو اس کے بعد جنگ میں بدکنے کی بجائے گھوڑوں نے بڑی اچھی طرح مقابلہ کیا۔ نیتجتاً صحابہ کرام کو فتح حاصل ہوئی۔ جنگِ قادسیہ میں ہاتھی کی مورتی بنانا بھی ایک دینی مصلحت ہے، اب مورتی بنانا تو اسلام میں جائز نہیں لیکن مورتی اس وقت اسی ضرورت کے

www.KitaboSunnat.com

تحت بنائی گئی کہ گھوڑوں کو مانوس کیا جائے تاکہ جنگ میں مقابلہ کرنا ممکن ہوسکے۔

اس وقت اگر ہم یکطرفہ طور پر اپنے آپ کو آؤٹ کرلیں اور بیان ہی نہ کریں، اس میدان میں ہم جائیں ہی نہ اور دوسرے اس میں من مانی سے جو مرضی دین کی تشریح کرکے حلیہ بگاڑتے رہیں اور ہم ذرائع ابلاغ سے مطلقاً آؤٹ ہوجائیں تو یہ دینی مصلحت کے خلاف ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ غلبۂ اسلام ہو اور دین کو قائم کرتے ہوئے باطل نظام کو نیست ونابود کیا جائے۔ اصل مقصود تو یہی ہے جس کی خاطر وقتی طور پر اس طرح کی چیز کا ارتکاب کیا جائے یعنی مورتی کو مورتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے گوارا کیا جائے تو پھر اس میں خیر ہے۔ یہی میری گفتگو کا خلاصہ اور حاصل ہے۔

جس طرح ابھی بعض اہل علم نے کہا ہے کہ پیروں کی بڑی بڑی تصویریں بنائی جارہی اور ان کی تعظیم کی جارہی ہے تو اگر ہم پورٹریٹ کو منع کردیں گے تو مسئلہ حل ہوجائے گا۔ البتہ ایسا نہیں کیا جاسکتا کہ پیر صاحب کی تصویر تو نہ بنائی جائے، دوسروں کی بے شک بنائی جاتی رہے۔ ایسی تفریق کس بنا پر ہوسکے گی؟ اس کے بجائے یہ موقف زیادہ مناسب ہے کہ کہا جائے: جس کی حاجت نہیں، اس کی نفی کردی جائے مثلاً عورتوں کی تصویروں کی آپ نفی کردیں، پیج لگانے کو آپ منع کردیں، اس طرح جس جس چیز کا آپ ممنوع اور بے فائدہ سمجھتے ہیں، باقی چیزوں کو آپ مت چھیڑیں۔ ویسے بھی ہورہی ہیں، کوئی نکیر بھی نہیں کررہا، پبلک بھی نہیں کررہی، علما بھی نہیں کررہے، علمائے کرام بھی اخبارات میں شامل ہورہے ہیں اور دینی حاجت پوری ہو رہی ہے۔ آپ اگر اس کو نہیں چھیڑیں گے اور کرتے جائیں گے تو پھر ٹھیک ہے۔

اور جہاں تک آپ نے سوات اور وزیرستان وغیرہ کے لوگوں کی مثال دی ہے کہ وہ ہر قسم کی تصویروں اور ویڈیوز کو ختم کررہے ہیں، تو میری رائے میں ان کا بلاتفریق یہ عمل دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے، ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ ہماری ضرورت اور ہماری مصلحت ہیں، جہاں تک ایسی فلموں کا تعلق ہے جن میں عریانی اور فحاشی ہے تو ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے سے ختم کرنا چاہیے، نہ کہ مار دھاڑ کے ذریعے۔

میری گفتگو کا خلاصہ یہی ہے۔ اب جماعتِ اسلامی کے اندر یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، پہلے تھا، لیکن اب ہم ایک واضح موقف اپنا چکے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد

پروفیسر محمد یوسف خان☆

جدید الیکٹرانک میڈیا کا دینی مقاصد کے لیے استعمال اور اس کا شرعی جائزہ

تصویر کی تعریف

تصویر کسی حیوان کا ایسا نمونہ تیار کرنے کا نام ہے جو اس حیوان کی شکل واضح کر دے، وہ نمونہ خواہ مجسم ہو یا مسطح، سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار (الموسوعة الفقهية:۱۲/۹۴،۹۳)

تخلیقِ خداوندی کی مشابہت پیدا کرنا اور اس کی نقالی کرنا تصویر کہلاتا ہے۔

"التصاوير جمع التصوير هو فعل الصورة والمراد به هنا ما يتصور مشبها بخلق الله من ذوات الروح مما يكون على حائط أوستر كما ذكره ابن المالك" (المرقاة لحل المشكوة ۸/۳۲۵)

یہ مشابہت اور نقالی عام ہے خواہ مجسمہ کی صورت میں ہو یا نقش و رنگ کی صورت میں اور خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ پر چھاپا جائے اور یا فوٹو وغیرہ کے ذریعہ عکس کو قائم کیا جائے، یہ سب تماثیل اور تصاویر کہلاتے ہیں۔ (جواہر الفقہ ۴/۲۶)

تصویر کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیثِ مبارکہ

① عن عائشة قالت قدم رسول ﷺ من سفر وقد سترت بقرام لي فيها تماثيل فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه وقال: «أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله على سهوة لى». [قالت عائشة: فقطعناه فجعلنا منه] وسادة أو وسادتين (صحیح بخاری ۵۹۵۴،صحیح مسلم:۲۱۰۷)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے، میں نے ایک طاقِ

☆ استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور...... اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور

www.KitaboSunnat.com

الماری پر پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کی نقل اتارتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کو پھاڑا اور اس کے ایک یا دو گدے بنائے تھے۔''

② عن عائشة قالت قدم النبي ﷺ من سفر وعلَّقت درنوكًا فيه تماثيل فأمرني أن أنزعه فنزعته (صحیح بخاری:۵۹۵۵)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے ایک چھوٹا کپڑا (دیوار پر) لٹکایا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اس کو ہٹا دوں، سو میں نے ہٹا دیا۔''

حدیثِ مذکور میں بروایتِ صحیح مسلم پردہ پر 'گھوڑے کی تصاویر' ہونا مذکور ہیں۔ (رقم:۲۱۰۷)

③ عن ابن عباس عن أبي طلحة قال النبي ﷺ: لا تدخل الملئكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير (صحیح بخاری:۵۹۴۹)

''حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔''

تصویر کے متعلق ائمہ مجتہدین کی آرا

① ذی روح کی مجسم تصاویر کی حرمت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بشرطیکہ اس کے اعضا مکمل ہوں اور اس کا کوئی ایسا عضو مفقود نہ ہو جس پر زندگی کا انحصار ہوتا ہے نیز وہ تصویر بہت چھوٹی نہ ہو اور وہ تصویر لعب البنات کے قبیل سے نہ ہو۔

② ذی روح کی غیر مجسم تصاویر کی حرمت پر ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امامِ شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا اتفاق ہے اور امام مالکؒ سے بھی ایک روایت جمہور کے موافق منقول ہے۔

③ دوسری روایت میں امام مالکؒ سے غیر مجسم تصاویر کا جواز بکراہتِ تنزیہی منقول ہے۔ بہت سے علماے مالکیہ نے اس روایت کو اختیار کیا ہے اور بعض نے بلا کراہت جائز کہا ہے۔ (درسِ ترمذی:۳۴۷/۵، احسن الفتاویٰ:۴۲۵/۸)

فالحاصل أن المنع من اتخاذ الصور مجمع عليه فيما بين الأئمة الأربعة

www.KitaboSunnat.com

إذا كانت مجسدة، أما غير المجسدة منها فاتفق الأئمة الثلاثة علىٰ حرمتها أيضاً والمختار عن الأئمة المالكية كراهتها لكن ذهب المالكية الىٰ جوازها (تكملة فتح الملهم:٤/ ١٥٩، فتح الباري ١٠/ ٣٩١ وحاشية الدسوقي ٢/ ٣٣٨ وغيرها)

'' خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تصویر کشی بالاتفاق ناجائز ہے جبکہ وہ مجسم شے ہو۔ البتہ غیرمجسم شے کی تصویر کشی کی حرمت پر تین ائمہ فقہا تو متفق ہیں، اور مالکیہ کا مختار مسلک کراہت کا ہے لیکن بعض مالکیہ کے ہاں اس کا جواز بھی پایا جاتا ہے۔''

وكان أبوهريرة يكره التصاوير ما نصب منها وما بسط وكذلك مالك إلا أنه كان يكرهها تنزيها، ولا يراها محرمة (المغني لابن قدامة الحنبلي:٧/ ٦)

''حضرت ابو ہریرہ گاڑی اور لٹکائی ہوئی تصاویر کو ناپسند سمجھتے تھے، امام مالک بھی یہی موقف رکھتے تھے لیکن ان کی رائے میں یہ کراہت ِتنزیہی ہے، حرمت والی کراہت نہیں۔''

دلائل

امام مالک اس حدیث ان النبي ﷺ قال: «لا تدخل الملائكة بيتًا فيه صورة إلا رقماً في ثوبٍ» سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں ایسی تصویر کا استثنا کیا گیا ہے جو کسی کپڑے پر نقش ہو، اس سے معلوم ہوا کہ بے سایہ تصویر جائز ہے۔

جبکہ جمہور فقہا کی نہایت صریح دلیل حضرت عائشہؓ کا وہ واقعہ ہے جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے کمرے میں ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں نقش تھیں۔ جب آپ ﷺ کمرے میں داخل ہوئے اور آپؐ کی نظر اس پر پڑی تو رک گئے اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم اس کو نہیں نکالو گی میں گھر میں داخل نہیں ہوں گا، کیونکہ اس پر تصویر ہے۔

اب اس حدیث ِمبارکہ کی روشنی میں إلا ماكان رقمًا في ثوبٍ والی حدیث میں لفظ رقم سے مراد ایسا نقش ہے جس میں کسی ذی روح کی تصویر نہ ہو، لیکن مالکیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کے راوی قاسم بن محمد ہیں اور قاسم بن محمد خود اس بات کے قائل ہیں

www.KitaboSunnat.com

کہ بے سایہ تصویر جائز ہے ۔اور حنفیہ کا اُصول ہے کہ جہاں کوئی راوی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ دے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ حدیث یا تو مؤول ہے یا منسوخ ۔(حسامی: ص۷۶) علاوہ ازیں تصویر کی حرمت پر بے شمار احادیث موجود ہیں اور سب مطلق ہیں۔

ناقص تصویر کا حکم

① سر کٹی تصویر اگرچہ ہاتھ پاؤں وغیرہ موجود ہوں تو باتفاقِ ائمہ جائز ہے۔

② سر تو باقی ہو، لیکن کوئی ایسا عضو کٹا ہو جس پر زندگی کا مدار ہوتا ہے، مثلاً پیٹ، سینہ وغیرہ تو ایسی تصویر میں علما کا اختلاف ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے اور شامی میں بھی یہی حکم مذکور ہے جبکہ شوافع کے راجح قول میں ناجائز ہے اور جواز کا قول مرجوح ہے۔

③ ایسا عضو کٹا ہو جس پر زندگی کا مدار نہ ہو مثلاً ہاتھ، پاؤں، ناک، کان تو ایسی تصویر بالاتفاق ناجائز ہے:

والحاصل أنه يحرم تصوير حيوان عاقل وغيره إذا كان كامل الأعضاء إذا كان يدوم إجماعًا وكذا إن لم يدم على الراجح كتصويره من نحو قشر بطيخ ويحرم النظر إليه إذا النظر المحرم حرام بخلاف ناقص عضو فيباح النظر إليه وغير ذي ظل كالمنقوش في حائط أو ورق فيكره إن كان غيرممتهن وإلا فخلاف الأولىٰ كالمنقوش في الفرش. أما تصوير غير الحيوان كشجرة وسفينة فجائز. قوله: بخلاف ناقص عضو مثله ما إذا كان مخروق البطن (الدسوقي:٢/ ٣٣٨)

''خلاصہ یہ کہ عاقل حیوان وغیرہ کی تصویر حرام ہے جب تصویر میں اس کے تمام اعضا مکمل ہوں۔ جب اس میں استقرار ودوام ہو تب تو ایسی تصویر بالاجماع حرام ہے، اور اگر اس میں دوام نہ ہو مثلاً تربوز کے چھلکے پر تصویر کشی تو راجح قول کے مطابق حرام ہے۔ اور ایسی تصویر کو دیکھنا بھی ناجائز ہے کیونکہ حرام شے کو دیکھنا بھی حرام ہوتا ہے۔ برخلاف ایسی تصویر کے جس کے اعضا ناقص رکٹے ہوں یا ایسی تصویر جو بغیر سائے کے ہو مثلاً دیوار یا کاغذ وغیرہ پر بنائی گئی تصویر تو اس کو دیکھنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے بشرطیکہ وہ محل اہانت میں نہ ہو۔ اور اگر وہ محل اہانت میں ہو مثلاً فرش پر تصویر تو پھر اس کو دیکھنا جائز ہے۔ جہاں تک غیر جاندار کی تصویر کا

www.KitaboSunnat.com

معاملہ ہے مثلاً درخت یا کشتی وغیرہ تو یہ جائز ہے۔ اور یہی حکم کٹے ہوئے اعضا کی تصویر ہے جبکہ اس کا پیٹ کٹا ہوا ہو۔"

وإن قطع منه ما لا يبقى الحيوان بعد ذهابه كصدره أو بطنه أو جعل لهٗ رأس منفصل عن بدنه لم يدخل تحت النهي لأن الصورة لا تبقى بعد ذهابه فهو كقطع الرأس . وإن كان الذاهب يبقى الحيوان بعده كالعين واليد والرجل فهو صورة داخلة تحت النهي

(المغني لابن قدامة الحنبلي:٧/ ٧)

"اگر تصویر سے ان اعضا کو کاٹ دیا جائے مثلاً سینہ، پیٹ جن کے کٹنے کے بعد زندگی باقی نہیں رہتی یا اس کے بدن کو سر سے جدا کر دیا جائے، تو اس وقت یہ تصویر ممانعت میں داخل نہ ہوگی کیونکہ سر کٹنے کی طرح ان کے کٹنے کے بعد بھی صورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ اگر ایسا عضو کاٹا جائے جس کے بعد زندگی برقرار رہتی ہے مثلاً آنکھ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ تو ایسی تصویر ممانعت میں داخل ہے۔"

أو ممحوة عضو ألزم تعميم بعد تخصيص ، وهل مثل ذلك ما لو كانت مشقوبة البطن مثلاً الظاهر أنه لوكان الثغب كبيرًا يظهر بهٖ نقصها فنعم ، وإلا فلا وهذا مذهب الشافعي ، اختلفوا فيما إذا كان المتطوع غير الرأس وقد بقي الرأس والراجح عندهم في هذه الحالة التحريم

(الشافي: ٤/ ١٨ ، زكريا:٢ ، الموسوعة الفقهية ١٢/ ١١٠)

"یا تصویر کا کوئی عضو مٹا ہو تو تخصیص کے بعد عموم لازم آئے گا۔ اور کیا جس کا پیٹ چاک ہوا ہو، اس کا بھی حکم ایسا ہی ہوگا؟ تو بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اگر گھاؤ بڑا ہے جس سے شخصیت میں نقص واضح ہو رہا ہے تو اس صورت میں تصویر کا جواز ہے وگرنہ نہیں اور یہ امام شافعی کا قول ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ متطوع اگر بغیر سر کے ہو، اور سر باقی رہ گیا ہو۔ تو اس صورتحال میں راجح موقف حرمت کا ہی ہے۔"

کیمرہ کی تصویر

کیمرہ کی تصویر کے بارے میں اکثر فقہاے کرام تو یہ کہتے ہیں کہ آلے کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا، یہ چیز پہلے ہاتھ سے بنائی جاتی تھی، اب مشین سے بننے لگی ہے، محض آلہ کی

www.KitaboSunnat.com

تبدیلی سے کسی چیز کی حلت اور حرمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر تصاویر ناجائز ہیں تو خواہ ہاتھ سے بنائی گئی ہوں یا مشین سے؛ دونوں ناجائز ہیں۔

البتہ مصر کے ایک عالم دین علامہ شیخ محمد بخیتؒ جو عرصۂ دراز تک مصر کے مفتی بھی رہے، بڑے عالم اور متقی تھے، محض ہوا پرست نہیں تھے۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ کیمرے سے لی جانی والی تصویر جائز ہے۔ دلیل میں فرمایا کہ حدیث میں جس تصویر کی ممانعت کی گئی ہے، اس کی علت 'مشابہت بہ خلق اللہ' ہے اور اللہ کی تخلیق سے مشابہت اسی وقت ہوسکتی ہے جب کوئی شخص اپنے تصور وتخیل سے اور اپنے ذہن سے ہاتھ کے ذریعے کوئی صورت بنائے۔ حالانکہ کیمرے کی تصویر میں تخیل کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ کیمرے کی تصویر میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق پہلے سے موجود ہے، اس مخلوق کا عکس لے کر محفوظ کرلیا جاتا ہے، لہٰذا یہاں مشابہت بہ خلق اللہ نہیں پائی جاتی بلکہ یہ حَبْس الظل ہے جو ناجائز نہیں۔

مصر اور بلادِ عرب کے بہت سے علما نے اس بارے میں ان کی تائید بھی کی ہے، لیکن علما کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی، خصوصاً ہند وپاک کے علما نے ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا ہے اور ان کا یہی موقف ہے کہ مشابہت بہ خلق اللہ ہر صورت میں متحقق ہوجاتی ہے، چاہے تصویر کیمرے سے بنی ہو یا ہاتھ سے۔ لہٰذا جمہور علما کے نزدیک واضح یہی ہے کہ کیمرے کی تصویر کا وہی حکم ہے جو ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کا ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے، البتہ اس اختلاف سے ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ یہ مسئلہ دو وجہ سے مجتہد فیہ معاملہ بن گیا ہے۔ ایک تو امام مالک کا اختلاف ہے، دوسرے علامہ بخیط کا فتویٰ موجود ہے اگرچہ وہ فتویٰ ہمارے نزدیک درست نہیں۔ لیکن بہر حال ایک جدید شے کے بارے میں ایک متورّع عالم کا قول موجود ہے، اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ بن گیا۔ (درسِ ترمذی: ۳۵۰/۵)

نیز کیمرے کی تصویر اگر صرف جسم کے اوپر کے نصف کی ہو جس میں پیٹ موجود نہ ہو تو مسئلہ میں مزید تخفیف ہوجائے گی، کیونکہ یہ حنابلہ کے یہاں جائز ہے یا بعض شوافع واحناف کے نزدیک بھی ”وإن قطع منه ما لا يبقى الحيوان بعد ذهابه كصدره وبطنه لم يدخل تحت النهي“ (المغنی: ۷/۷)

www.KitaboSunnat.com

''اگر تصویر سے ان اعضا کو کاٹ دیا جائے مثلاً سینہ، پیٹ جن کے کٹنے کے بعد زندگی باقی نہیں رہتی یا اس کے بدن کو سر سے جدا کر دیا جائے، تو اس وقت یہ تصویر ممانعت میں داخل نہ ہوگی۔''

لكنها غيرت من هيئتها إما بقطعها من نصفها أو بقطع رأسها فلا امتناع

(فتح الباری:۱۰/۳۹۲)

''لیکن اگر تو نے اس کی ہیئت کو بگاڑ دیا، سر کو کاٹ کر یا نصف جسم سے کاٹ کر، تو ایسی صورت میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔''

لو قطعت من ذي الروح لما عاش دل ذلك على إباحة

(فتح الباری:۱۰/۳۹۵)

''اگر جاندار کی تصویر کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ اس صورت میں جاندار زندہ نہ رہ سکے تو پھر یہ فعل ایسی تصویر کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔''

أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه

(درّ مختار: ۲/۴۱۸)

''یا سر بریدہ ہو، یا چہرہ غائب ہو، یا کوئی ایسا عضو مٹا ہو جس کے بغیر زندگی محال ہے۔''

ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر

جس کیمرے میں تصویر والے نیگٹیوز نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس میں صرف برقی شعائیں خاص ترتیب سے محفوظ ہوتی ہیں جیسے ڈیجیٹل کیمرہ تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ شعاعیں کسی کاغذ پر پرنٹ نہ ہوں تو اس وقت تک ان شعاؤں کو تصویر قرار دینے میں علما کی دو رائیں ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق اُنہیں تصویر قرار دینے میں تامل ہے، لیکن جب ان شعاؤں کو کسی کاغذ پر پرنٹ کیا جائے گا تو وہ تصویر کے حکم میں ہی ہوں گی۔

(فتویٰ دارالعلوم کراچی: ج ۲۴/ص ۱۷)

ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی تصاویر

ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی تصاویر کی تین قسمیں ہیں:

① پہلی قسم وہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کو بڑا کرکے ٹی وی سکرین پر دکھایا جارہا ہے تو یہ تصویر نہیں بلکہ تصویر کا ظل اور سایہ ہے، جیسا کہ کویتی موسوعہ فقہیہ میں ہے:

"ومن الصّور غيرالدائمة ظل الشيء إذا قابل أحد مصادر الضوء . . . ومن الصور غير الدائمة الصور التليفزيونية فإنها تدوم ما دام الشريط متحركًا فإذا وقف انتهت الصورة" (الموسوعة الفقهية: ج ۱۲/ص۹۳)

"غیر دائمی تصاویر میں سے شے کا سایہ بھی ہے جب اس کو روشنی کے مرکز کے بالمقابل کھڑا کیا جاتا ہے...... ایسے ہی غیر دائمی تصاویر میں ٹی وی کی تصاویر بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اسی وقت تک ہی باقی رہتی ہیں، جب تک کیسٹ چلتی رہتی ہے، جب کیسٹ رک جاتی ہے، تصویر بھی رک جاتی ہے۔"

② دوسری قسم وہ ہے جس میں فلم کا واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ بلکہ براہِ راست وہ چیز ٹیلی ویژن پر کاسٹ کی جاتی ہے مثلاً ایک آدمی ٹی وی سٹیشن میں بیٹھا ہوا تقریر کر رہا ہے ۔ یا کسی اور جگہ تقریر کر رہا ہے اور ٹی وی کیمرے کے ذریعے براہِ راست اس کی تقریر اور اس کی تصویر ٹی وی سکرین پر دکھائی جارہی ہے۔ درمیان میں فلم اور ریکارڈنگ کا کوئی واسطہ نہیں تو یہ بھی تصویر کے حکم میں نہیں ۔ کیونکہ تصویر وہ ہوتی ہے جس کو کسی چیز پر علیٰ صفت الدوام، ثابت اور مستقر کردیا جائے۔ لہٰذا اگر وہ تصویر علیٰ صفت الدوام کسی چیز پر ثابت اور مستقر نہیں ہے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے بلکہ عکس ہے۔ لہٰذا براہِ راست دکھائی جانے والی تصویر عکس ہے، تصویر نہیں۔ مثلاً کوئی شخص یہاں سے دو میل دور ہے اور اس کے پاس ایک شیشہ ہے، اس شیشہ کے ذریعے وہ یہاں کا منظر دیکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص دو میل دور بیٹھ کر شیشے میں یہاں کا عکس دیکھ رہا ہے، وہ تصویر نہیں دیکھ رہا ہے، اس لیے کہ یہ عکس کسی جگہ پر ثابت اور مستقر علیٰ صفت الدوام نہیں بالکل اسی طرح براہِ راست ٹیلی کاسٹ کرنے کی صورت میں برقی ذرات کے ذریعہ انسان کی صورت کے ذرات منتقل کیے جاتے ہیں، پھر ان کو سکرین کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے، لہٰذا یہ عکس ہے تصویر نہیں۔

③ تیسری قسم وہ ہے جو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھائی جاتی ہے ۔یعنی ایک تقریر اور اس کی

www.KitaboSunnat.com

تصاویر کے ذرّات کو لے کر ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کرلیا۔ اور پھر ان ذرات کو اسی ترتیب سے چھوڑا تو پھر وہی منظر اور تصویر نظر آنے لگے۔ اس کو بھی تصویر کہنا مشکل ہے، اس لیے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے، وہ صورۃ نہیں ہوتی بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین لگا کر بھی دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آئے گی۔ اس لیے یہ تیسری قسم بھی تصویر کے حکم میں نہیں آتی۔

(درسِ ترمذی: ص ۳۵۱،۳۵۲)

في تكملة فتح الملهم: إن صورة التلفزيون والفيديو لاتستقر على شيء في مرحلة من المراحل إلا إذا كان في صورة فيلم. فإن كانت صورة الإنسان حية بحيث تبدو علىٰ الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الانسان أمام الكيمراء فإن الصورة لا تستقر على الكيمراء ولا على الشاشة الأصلي وإنما هي أجزاء ثم تنفي وتزول إما إذا احتفظ بالصورة في شريط الفيديوفإن الصورة لا تنقش علىٰ الشريط وإنما هي تحفظ الأجزاء الكهربائية التي ليس فيها صورة فإذا ظهرت هٰذهِ الأجزاء علىٰ الشاشة ظهرت مرة أخرىٰ بذلك الترتيب الطبع ولكن ليس لها ثبات ولا مستقرا على الشاشة وإنما هي تظهر وتفنى. فلايبدو إن هناك مرحلة من المراحل تنقش فيها الصورة علىٰ شيء بصفة مستقرة أو دائمة وعلىٰ هذا متزين هٰذه الصورة، فذلك الصورة المستقرة شكل.

(تكملة فتح الملهم: ٤/ ١٦٧ـ ١٦٨)

''تکملہ فتح الملهم میں ہے کہ ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر کسی بھی مرحلہ میں کسی چیز پر استقرار نہیں پکڑتی، اِلا یہ کہ وہ فلم کی صورت میں ہو۔ چنانچہ جب زندہ انسان کی تصویر ہو تو وہ اسی وقت تک سکرین پر نظر آتی رہتی ہے جب تک انسان کیمرے کے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ وہ تصویر نہ تو کیمرے میں استقرار حاصل کرتی ہے اور نہ ہی سکرین پر۔ یہ تصویر تو برقی اجزا ہوتے ہیں جو آخر کار ختم ہوکر زائل ہوجاتے ہیں۔ البتہ جب تصویر کو ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کردیا جائے تب بھی تصویر وہاں پر نقش نہیں ہوتی، بلکہ وہ برقی ذرات ہی ہوتے ہیں جن میں

www.KitaboSunnat.com

کوئی صورت نہیں ہوتی۔ جب ان برقی ٹکڑوں کو دوبارہ سکرین پر ظاہر کیا جاتا ہے تو پھر وہ اسی ترتیبِ طبع کے مطابق ہی دوبارہ ظاہر ہوجاتے ہیں۔ لیکن تب بھی ان کا سکرین پر کوئی دوام اور استقرار نہیں ہوتا بلکہ وہ ظاہر ہوتی اور فنا ہوتی رہتی ہے۔ الغرض یہاں کوئی بھی ایسا مرحلہ نہیں جس میں تصویر کسی شے پر مستقل اور دائمی صورت میں محفوظ رہے۔ یہی نوعیت تصویر کو خوبصورت بنانے والوں کے ہاں بھی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دائمی اور برقرار رہنے والی تصویر ہی شکل کہلاسکتی ہے۔''

تصویر دیکھنے کا حکم

جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے، ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ تبعاً نظر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب مصور ہے تو مقصود اس کتاب و اخبار کو دیکھنا ہے۔ اگر بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

(جواہر الفقہ: ۲۳۹/۳)

تصویر کی حرمت قطعی یا ظنی؟

جس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے مثلاً بت و مجسمہ تو اس کی حرمت قطعی ہے اور جس تصویر کی حرمت مختلف فیہ ہے مثلاً غیر مجسم منقوش تصاویر تو اس کی حرمت ظنی ہے قطعی نہیں، کیونکہ جن نصوص سے ان کی حرمت کا استدلال کیا جائے گا وہ عام مخصوص منہ البعض کی قبیل سے ہوں گی اور عام مخصوص منہ البعض سے حکم قطعی کی بجائے حکم ظنی ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ عام مخصوص منہ البعض میں تخصیص کے بعد شبہ اور احتمال پیدا ہوجاتا ہے:

ذهب جمهور الحنفية منهم أبو الحسن الكرخي وأبوبكر الجصاص وعامة مشائخ العراقيين وأبوزيد الدبوسي وأكثر مشائخ ما وراء النهر البزدوي والمتأخرون كلهم إلى أن دلالته على كل فرد قطعية قبل التخصيص وأما اذا دخله التخصيص ولو مرة فيكون ظنِّيًا . وذلك إذا لم يكن المخصص دليل العقل وإلا لا يخرج عن كونه قطعيًا .

(تیسیر الاصول: ص ۱۰۷، اصول الشاشی)

''جمہور حنفی فقہا، مثلاً ابوالحسن کرخی، ابوبکر جصاص اور عام عراقی مشائخ: ابوزید دبوسی، ماوراالنہر

www.KitaboSunnat.com

کے اکثر مشائخ: بزدوی اور متاخرین وغیرہ سب کے ہاں عام کی اپنے ہر جز پر تخصیص سے قبل دلالت قطعی ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس پر تخصیص داخل ہوجائے، اگرچہ ایک بار ہی کیوں داخل نہ ہو تو پھر یہ دلالت ظنی ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ تخصیص کرنے والی دلیل محض عقلی نہ ہو، اس کے ماسوا عام اپنے افراد پر قطعی دلالت سے کبھی باہر نہیں نکلتا۔''

....

فروغِ اسلام کے لئے الیکٹرانک میڈیا کو استعمال کرنا

اس موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس ضمن میں استعمال کی جانے والی فقہی اصطلاحات کا ایک اُصولی مفہوم اور ان کا شرعی حکم اور حیثیت پر ایک نظر ڈال لی جائے:

▣ (**الضرورة**) هي عند الأصولين الأمور التي لا بد منها في قيام مصالح الدين والدنيا بحيث إذا فقدت لم تجز مصالح الدين والدنيا على استقامة بل على فساد وتهارج وفوت حيات وفي الآخرة فوت النجاة والنعيم والرجوع بالحشران. (**الضروريات**) وهي خمسة:① حفظ الدين ② حفظ النفس ③ وحفظ العقل ④ وحفظ النسب ⑤ وحفظ المال

(المصطلحات والألفاظ الفقهية: ٢/ ٤١٠)

''اہل اصول کی اصطلاح میں 'ضرورت' وہ اُمور کہلاتے ہیں جن پر دین و دنیا کے مصالح موقوف ہوں کہ ان کے فوت ہونے سے مصالح دینی و دنیوی صحیح و درست طریقہ پر انجام نہ پاسکیں مثلاً جہاد کی مشروعیت، حفاظتِ دین و حفاظتِ نفس و حفاظتِ مال وغیرہ کے لیے ہوتی ہے۔''

▣ (**الاضطرار**) هو الخوف علىٰ النفس من الهلاك علما أو ظنا أو بلوغ الإنسان حدًا إن لم يتناول الممنوع يهلك، هٰذا حد الإضطرار

(المصطحات والألفاظ الفقهية:۲۱۳/۱)

''جب جان کے ضیاع کا یقین یا ظن غالب ہوجائے یا انسان ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اگر ممنوع کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہوجائے تو اسے اصطلاح میں اضطرار کہا جاتا ہے۔''

▣ (**الحاجة**) بأنها ما يفتقر إليه من حيث التوسعة ورفع للضيق المودي في الغالب إلى الحراج والمشقة اللاحقة بقوت المطلوب فإذا لم تراع

www.KitaboSunnat.com

دخل على المكلفين على الجملة الرج والمشقة . قال الزركشي وغيره: الحاجة كالجائع الذي لولم يجد ما أكل لم يهلك غير أنه يكون في جهد ومشقة وهذا لا بيح المعوم؟؟؟ والفرق بين الحاجة والضررة إن الحاجة إن كانت حالة جهد ومشقة منهي دون الضرورة ومرتبتها أدنى منها ولايتأتى بفقدها الهلاك (المصطلحات والألفاظ الفقهية ١/ ٥٤٩)

''حاجت وہ اُمور کہلاتے ہیں جس کا انسان پیش آنے والی مشقت وتنگی کو دور کرنے کے لیے محتاج ہوتا ہے۔''

ضرورۃ واضطرار کا حکم

ضرورت و اضطرار فقہاے کرام کے نزدیک ایک ہی ہیں۔یعنی ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہوجائے گا یا ہلاکت کے قریب یا ضروریاتِ خمسہ میں کوئی فوت ہوجائے گا۔ البتہ حالتِ ضرورت اور اِضطرار میں حرام وممنوع چیز وں کا استعمال مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہوجاتا ہے:

① حرام چیز کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں مذکورہ ضروریاتِ خمسہ میں سے کسی ایک کے ضیاع کا خطرہ ہو۔

② یہ خطرہ موہوم نہ ہو بلکہ یقین وظن غالب کے درجہ میں ہو۔

③ اس حرام چیز کے استعمال سے ضروریاتِ خمسہ میں سے پیش آمدہ ضرورت کے پورا ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

④ حرام وممنوع چیز کے علاوہ اس ضرورت کو پوری کرنے والی کوئی حلال چیز میسر نہ ہو۔

⑤ اس حرام چیز کو صرف اس قدر استعمال کیا جائے جس سے ضرورت پوری ہوجائے۔

(مستفاد فتاویٰ دارالعلوم کراچی: ۱۵/۷/۱۳۲۶ھ)

حاجت کا حکم

حاجت کے معنی یہ ہیں کہ اگر ممنوع چیز استعمال نہ کرے تو ضروریاتِ خمسہ (دین، نفس، عقل، نسب اور مال) کے ضیاع کا خطرہ تو نہیں، لیکن مشقت اور حرج ضرور ہوگا۔اور کسی نا جائز

www.KitaboSunnat.com

چیز کے استعمال سے مشقت دور ہوسکتی ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ اس سے کسی صریح حکم کی مخالفت نہ ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی حکم کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی صراحت نہ ہو اور اس کے ناجائز ہونے میں علما کا اختلاف ہو، ایسی صورت میں اگرچہ جائز ہونے کا قول مرجوح ہو، لیکن حاجت کے وقت اس پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، مثلاً تصویر کی اجازت پاسپورٹ کے لیے، شناختی کارڈ کے لیے یا مجرم کی شناخت وتعین کے لیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم کراچی: ۱۵/۷/۱۴۲۶ھ)

مذکورہ بالا تصورات کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نشریات کے لیے ٹیلی ویژن کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، کیونکہ ٹیلی ویژن کی وضع خاص صرف لہو ولعب ہی کے لیے نہیں بلکہ دوسری کارآمد اور مفید باتوں کے لیے بھی ہے یعنی ٹیلی ویژن سے ممانعت نہی لعینہٖ کی بجائے نہی لغیرہ ہے۔ لہٰذا اسلامی نشریات کے لیے محدود شرعی چینل کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوًا﴾ (سورۃ لقمان:۶)

(اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی) کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ ''جس سامان کو جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، اسکی تجارت جائز ہے۔'' (معارف القرآن ۷/۲۳)

لہٰذا درج ذیل شرائط کے ساتھ اسلامی ٹی وی چینل قائم کرنے کے بارے میں مشاورت کی جانی چاہیے:

① اس چینل پر فلم اور گانے پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

② ترجمان اور خبر دینے والا مرد ہو۔

③ صرف جائز خبریں پیش کی جاتی ہوں۔

④ ذی روح کی تصویر سے حتی الامکان احتراز کیا جاتا ہو۔

تو پھر مسلمان اپنا علیحدہ ٹی وی چینل قائم کرسکتے ہیں اور ملی جماعتوں کے پروگراموں اور مجالس کو ملک وقوم تک پہنچانے کے لیے مذکورہ حدود میں رہتے ہوئے ٹی وی کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

www.KitaboSunnat.com

مذاکرہ علمیہ

مذاکرہ میں شریک علمائے کرام کے مختصر خطابات

① **مولانا رشید میاں تھانوی صاحب** مہتمم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور

الحمد لله ربّ العلمين والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله واصحابه أجمعين، أما بعد!

سب سے پہلے تو اراکینِ ملی مجلس شرعی کو بالعموم اور بالخصوص محترم جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی، ڈاکٹر محمد امین صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُنہوں نے ایک علمی ملی مجلس قائم کی تاکہ پیش آمدہ مسائل میں شرعی احکام دریافت کیے جاسکیں۔ مجھے زیادہ خوشی ہوتی کہ ہم ابتدائی غور وخوض کے لیے مشکل اور متنازعہ مسئلے پر بحث کے بجائے کوئی متفقہ مسئلہ منتخب کرتے۔ اُمت کی مذہب سے بیزاری پر غور کرتے یا لوگوں میں ارتداد کے رجحانات پر غور کرتے اور اس کا سدباب کرتے۔

بہر حال تصویر بھی ایک درپیش مسئلہ ہے۔ آج کی تاریخ تک اس کی حرمت اجماعی رہی ہے اور بہت سی احادیث اس کی حرمت بتلاتی ہیں اور کوئی فقہی جزئیہ بھی اس کے حق میں نہیں ہے۔ یہاں ایک واقعہ نقل کرتا ہوں: یہ ۱۹۶۰ء سے پہلے کی بات ہے کہ ایک موقع پر جمعیت علماے ہند، دہلی میں حضرت مفتی کفایت اللہ، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا حفظ الرحمٰن رحمہم اللہ تشریف فرما تھے۔ اس زمانے میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے جمعیت علماے ہند کی طرف سے ایک رسالے کا اِجرا کیا تھا جس میں تصاویر ہوتی تھیں۔ حضرت مدنیؒ نے اس رسالے کو دیکھ کر فرمایا کہ اب جمعیت علماء کے دفتر میں بھی تصاویر رکھی جائیں گی۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنے موقف کے دفاع میں تصویر کے حق میں دلائل شروع کردیے اور یہ موقف اختیار کیا کہ تصویر کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ دلائل میں اُنہوں نے

کرنسی نوٹ، رسائل وجرائد، اخبارات اور ویزا، پاسپورٹ وغیرہ کا ذکر کیا اور اپنی بے مثال قوتِ بیانیہ کے ذریعے تصویر کے جواز پر کئی مزید دلائل پیش کیے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ سے اس موضوع پر گفتگو کی فرمائش کی گئی تو اُنہوں نے فرمایا کہ تصویر بمعنی صورت کشی حرام ہے، البتہ استعمالِ صورت میں گنجائش موجود ہے۔

۲۰۰۳ء میں پشاور میں 'دارالعلوم دیوبند' پر ایک سیمینار منعقد ہوا، اس موقع پر دار العلوم حقانیہ میں دار العلوم دیوبند کے ۲۰ سے زائد اساتذہ موجود تھے، پاکستان کے دیگر علماے کرام بھی موجود تھے، تصویر کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو سب نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بھی اس کی حرمت کی رائے کی تائید کی۔ البتہ انہوں نے ایک اہم بات فرمائی اور وہ یہ کہ یہ وہ واحد مسئلہ ہے جہاں علماء کا فتویٰ اور علماء کا عمل مختلف ہوجاتا ہے۔

آج جو زیرغور مسئلہ ہے وہ بھی تصویر سے متعلق ہے۔ بے شمار احادیث تصویر کی حرمت اور ممانعت پر موجود ہیں۔ کوئی ایک حدیث یا فقہاے کرام کا کوئی جزئیہ تصویر کی تائید میں نہیں ہے۔ مسلمان اہل علم اس میں دو رائے نہیں رکھتے۔ دوسری طرف موجودہ دور میں میڈیا کی ترقی اور اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پوری دنیا میڈیا پر متوجہ ہی نہیں، بلکہ اُمڈ آئی ہے۔ عرب وعجم، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، ایشیا اور تمام براعظم میڈیا سے مستفید ہورہے ہیں۔ شاید ہی ایسے لوگ ہوں جو میڈیا کو باقاعدہ زندگی کا حصہ نہ بنائے ہوئے ہوں۔ چونکہ میڈیا پر لادین عناصر اور یہودی لابی کا قبضہ ہے، اس لیے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بطورِ ہتھیار زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ مذہبی شعائر کی بے حرمتی میڈیا کا مشن بن گئی، اس طرح کے پروگرام ترتیب دیے گئے جس میں شعائر اللہ کی بے حرمتی اور مذہب کا مضحکہ اُڑایا جائے اور مذہب سے بے زاری پیدا ہو۔ اس صورت حال میں کچھ مراحل ایسے بھی آتے ہیں کہ دفاعِ اسلام کی خاطر اضطراری کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور حرمت میں اباحت کا پہلو نکل آتا ہے۔ ایسے مرحلے میں یہ بات تو قابل قبول نہیں کہ ہم ڈرامے یا فلمیں ترتیب دینا شروع کردیں یا اپنا ٹی وی چینل بنالیں، کیونکہ اس میں تصویر کی حرمت کا تصور مذہبی طبقہ میں بھی ختم ہوجائے گا

اور مثبت پہلو کے بہانے منفی پہلو کو مزید رواج ملے گا۔ لیکن اضطراری کیفیت میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ جو میڈیا کے چینل جاری ہیں، ان سے وقت خرید کر ایسے بیانات اور مضامین پیش کیے جائیں جس میں مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے اور مخالف پروپیگنڈے کا شافی جواب ہو۔ اس مقصد کے لیے علمائے کرام کا پینل بنایا جائے اور یہ پینل اس بات کا اہتمام کرے کہ مشترکہ اہداف کو خوبصورتی کے ساتھ ٹیلی ویژن پر پیش کیا جائے اور باہمی نزاعات میڈیا پر نہ آنے پائیں۔ علماء اپنے پروگرام کے علاوہ ٹی وی پر نہ جائیں، خاص طور پر مذاکروں میں کیونکہ ان مذاکروں میں دین کا مضحکہ ہوتا ہے اور نتیجہ مخالف قوتوں کے حق میں جاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بھی ہے کہ جمعیت علمائے ہند نے ہندوستان میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں اسی موضوع پر اُنہوں نے بحث کی اور اُنہوں نے اس کا صرف اتنا جواز دیا کہ دفاعی طور پر ٹی وی پر جایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی توفیق نصیب فرمائے۔ میں اس بیان کے بعد حضرت مولانا رمضان سلفی صاحب کے بیان کی تائید کرتا ہوں اور حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کی کہ اُنہوں نے ماشاء اللہ بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی۔

اقول قولی ہذا واستغفر اللہ العظیم

....

④ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب — مدیر تحقیق وتالیف، دار السلام، لاہور

أحمده وأصلي على رسوله الكريم أما بعد!

کچھ علماء بعض حالات میں تصویر کا جواز پیش کررہے ہیں جبکہ تصویر کی حرمت کے بارے میں بالکل اختلاف نہیں۔ بعض حالات میں جو وہ مختلف دلائل کے ذریعے سے، کوئی کسی علت کے ذریعے، کوئی کسی مصلحت کے حوالے سے یا دیگر دلائل کے ذریعے یہ کہتے ہیں کہ کیمرے کی تصویر، تصویر ہی نہیں ہے اور اس طرح اس کا جواز ثابت کرتے ہیں تو اس پر جتنے بھی دلائل سامنے آئے ہیں، وہ قطعاً تسلی بخش نہیں ہیں۔ اس کے مقابلے میں جن لوگوں نے مطلق حرمت کا موقف یہاں بیان کیا ہے، ان کے دلائل الحمدللہ قرآن وحدیث کی رو سے زیادہ واضح بھی ہیں اور زیادہ مدلل بھی۔ میں بات مختصر کررہا ہوں، اس لیے دلائل پیش نہیں کررہا، وگرنہ بحث

اس کے پاس پہنچا جائے کہ اسے ساری کی ساری باتیں بتا سکیں۔ سو اس وقت آپ میڈیا کے ذریعے اس کو بتا سکتے اور سکھا سکتے ہیں۔ اس وقت تصویر سے پتہ چلے گا کہ کیا بولا جا رہا ہے اور اس طرح حرکات وسکنات دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس لیے ایسے چینلز کا ہونا ضروری ہے جس میں اصلاح کے سارے کام متعارف کروائے جائیں۔

اگر کسی چینل پر بدکاری، بے حیائی، فحاشی اور عریانی کی دعوت چل رہی ہے، تو کیا ہم اس لیے خاموش بیٹھے رہیں گے کہ تصویر حرام ہے۔ بلکہ اس کا حل اور علاج کچھ اس طرح ہے کہ ہم انہی صلاحیتوں اور آلات کو حاصل کر کے ان کا مثبت استعمال کریں۔

کیمرہ ایک آلہ ہے، تلوار بھی ایک آلہ ہے اور اگر یہی تلوار میدانِ جہاد میں استعمال کی جائے تو استعمال کا ثواب ہے اور اگر یہی تلوار اپنے بھائی کے خلاف استعمال کی جائے تو ثواب کی اُمید کی بجائے معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے، اگر آلہ کے مقاصد اپنی ضرورت کے اندر رہیں تو وہ حدود میں رہے گا۔ اور اگر اس کو ضرورت سے ہٹ کر استعمال کرتے ہیں تو حدود سے شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا میری گزارش یہی ہے کہ احباب کی دی گئی مختلف آرا کو منضبط کر دیا جائے تا کہ ان تمام دلائل کو شائع کیا جا سکے اور پڑھنے والوں کو فیصلہ کرنے میں مدد ملے۔

....

④ حزب الاحناف، لاہور کا موقف

تصویر کے مسئلہ پہ فقیر کی رائے یہ ہے کہ جس طرح بہت سے علمائے کرام نے ویڈیو تصویر کے بارے میں نرمی اختیار فرمائی ہے اور جواز کا فتویٰ دیا ہے، اس طرح نبی اکرم ﷺ کے دورِ اقدس میں جو تصویر رائج تھی، اس کو حرمت کا درجہ دے کر کیمرے کی تصویر کو جبکہ وہ کسی مثبت وجائز مقصد کے لیے ہو، تو اس پر بھی شدت کو ترک کر دینا چاہیے۔ البتہ اگر اس تصویر کے ذریعے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہو جس طرح کہ اخبارات وغیرہ میں فلمی تصاویر اور عورتوں کی تصاویر کی بھرمار ہے تو یہ کسی طرح بھی جواز کے زمرے میں نہیں آئے گی۔

فقہاء نے بالکل چھوٹی تصویر یا وہ تصویر جو نماز پڑھتے ہوئے پاؤں کے نیچے روندی جائے تو اس کی موجودگی میں نماز کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر اس پر قیاس کر کے کچھ وسعت پیدا کر لی

جائے تو یہ بھی قابل غور ہے۔ اصلاحی و تبلیغی پروگرام اور اس طرح دیگر اچھے مناظر کی تصاویر اور فحاشی و عریانی کے پروگراموں کی تصویر کشی کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا کسی طرح بھی محمود نہیں ہے۔

میری رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ دورِ رسالت مآب ﷺ جس میں تصویر کو ناجائز قرار دیا گیا، یہ حکم اُسی تصویر کے ساتھ خاص رکھا جائے اور اُس دور کے اور اُس تصویر کے حکم کو ہر دور اور ہر تصویر پہ لاگو نہ کیا جائے۔ ورنہ تو اِس وقت کوئی شخص بھی اپنے ہاں رحمت کے فرشتوں کی آمد کا تصور نہیں کرسکتا کیونکہ ہر گھر اور ہر جیب تصویر سے بھرپور ہے۔

یَسِّروا ولا تعسِّروا بَشِّروا ولا تنفروا! مفتی غلام حسن قادری

'مسئلہ تصویر اور تبلیغ اسلام' پر مجلس مذاکرہ کی متفقہ قرارداد کا متن

''ملی مجلس شرعی کے زیر اہتمام اس کے مستقل ارکان اور جملہ مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کا یہ وسیع تر اجلاس اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام کا حیات آفریں پیغام دوسروں تک جلد اور مؤثر انداز میں پہنچانے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں اور پراپیگنڈے کے ازالے کے لیے علمائے کرام کو ٹی وی پروگراموں میں حصہ لینا چاہیے اور الیکٹرانک میڈیا کے لیے ایسے تعمیری، اصلاحی اور تعلیمی پروگرام بھی تیار کیے جانے چاہئیں جو شرعی منکرات سے پاک ہوں، اسلامی دعوت واصلاح وتبلیغ کے لیے مفید ہوں اور جن سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناجائز اور مکروہ پروپیگنڈے کا تدارک ہوتا ہو۔''

دستخط علمائے کرام

مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی، مولانا حافظ فضل الرحیم، مولانا عبد المالک، مولانا مفتی غلام سرور قادری، مولانا رشید میاں تھانوی، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا مفتی شیر محمد خان، مولانا مفتی محمد خان قادری، مولانا حافظ حسن مدنی، مولانا غلام حسین وغیرہ

حدیثِ دل

پروفیسر ثریا بتول علوی

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

اگر عوام الناس سے پوچھا جائے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل کس طریقے سے ممکن ہے؟ تو سب کا ایک ہی جواب ہوگا: ''صحیح تعلیم کے ذریعے'' ...... یقیناً تعلیم بنی نوع انسان کی ترقی، صلاح وفلاح اور کامیابی کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ تعلیم صحیح ہونی چاہئے۔ اور تعلیم کا صحیح رُخ ہمیں صرف اور صرف وحیِ الٰہی کے ذریعے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر آخر الزمان محمد ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ اس میں پڑھنے کا ہی حکم دیا گیا تھا مگر ساتھ ہی تعلیم کی صحیح جہت بھی واضح کردی گئی تھی۔ سورۂ علق میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ * خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ * اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ * اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ * عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ * كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى * اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى * اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴾ (العلق:۱تا۸)

''پڑھو! (اے نبیؐ) اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو! اور تمہارا ربّ بہت کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، انسان تو سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپکو بے نیاز سمجھتا ہے حالانکہ اس نے پلٹنا تو یقیناً تمہارے ربّ ہی کی طرف ہے۔''

ان آیات میں 'مسلم حنیف' یعنی یکسو مسلمان کے لئے نصابِ تعلیم بتایا گیا ہے کہ وہ ایسی تعلیم حاصل کرے گا جو اس کا تعلق ربّ سے جوڑے کیونکہ :

- ربّ ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے۔
- اس کو ربّ نے ایک معمولی چیز یعنی خون کے لوتھڑے سے بنایا ہے۔
- وہ ربّ انسان پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے۔
- یہ اس کے فضل وکرم کا ہی نتیجہ ہے کہ اس نے انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دی۔

www.KitaboSunnat.com

- اس ربّ نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو انسان نہیں جانتا تھا۔اس نے وحی کے ذریعے انسان کو خیروشر، حرام وحلال، جائز و ناجائز وغیرہ کی پہچان کی تعلیم دے کر اس کی آخرت اور عاقبت کی تیاری کے لئے دنیا کے وسیع تر میدان میں بھیج دیا۔اب جو شخص اپنی عملی زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے لازمی ہے کہ ربِّ کریم کی دی ہوئی تعلیم پر برضا ورغبت عمل پیرا ہو۔
- مگر انسان تو بڑا سرکش ہے۔ وہ وحی الٰہی کے ذریعے دی گئی تعلیم کی قدر نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو اس سے بے نیاز سمجھتا ہے۔
- اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں۔ اگر ایمان ہے بھی تو اتنا کمزور کہ آخرت کو سنوارنے کی کوئی فکر نہیں۔

مندرجہ بالا نکات دراصل وہ حقائق ہیں جو ربّ العالمین نے خود بیان فرمائے ہیں۔ وہ انسان کا خالق ہے۔ اس کی فطرت کی کمزرویوں اور خامیوں سے آگاہ ہے۔ وہ ازراہِ فضل وکرم انسان کو اپنی زندگی کامیاب و کامران بنانے کے لئے درست رہنمائی دے رہا ہے۔اسی بات کو پیارے نبی پاک ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

«خيركم من تعلَّم القرآن وعلَّمه» (صحیح بخاری:۵۰۲۷)

''یعنی تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن پاک سیکھے پھر دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔''

«من يّرد الله به خيرًا يفقِّهه في الدين» (صحیح بخاری:۷۱)

''جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔''

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

«وإن الأنبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهمًا، وإنما ورثوا **العلم** فمن أخذ به فقد أخذ حظا وافرًا» (سنن ترمذی:۲۶۸۲)

''یعنی انبیاے کرام نے درہم و دینار کا ورثہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ اُنہوں نے تو علم دینی کی وراثت چھوڑی ہے۔تو جس شخص نے اس علم دین کو حاصل کرلیا اس نے گویا (دنیا وآخرت) کا وافر حصہ پالیا۔''

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«العُلماء ورثة الانبياء» (سنن ابوداود:۳۶۴۱)''علما ہی انبیا کے ورثہ کے مالک ہیں۔''

آج کل 'علم' کے فضائل و مناقب پر بڑی بیان بازی ہوتی ہے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ آج ہمارے جدت پسند مغربی تعلیم یافتہ طبقے ان کو مغربی علوم پر منطبق کردیتے ہیں یعنی سائنس، ریاضی، کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی وغیرہ کی تعلیم پر۔ پھر وہ دلیل لاتے ہیں کہ خود نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ''علم کا حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔'' اور خود قرآن نے ہی تو سب سے پہلے اقرأ کا حکم دیا ہے۔ آہ کتنا بڑا ڈاکہ...... کہ اسلام کی زرّیں اور سنہری تعلیم کو غائب کرکے اسے مغربی علوم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

اتنا بڑا شب خون...... یہ تاریخ کی سنگین ترین دہشت گردی ہے، جس سے مسلمان مغالطہ کھا گئے۔ وہ لٹ گئے، برسرراہ وہ تباہ و برباد ہوگئے۔ متاعِ کارواں ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا مگر المیہ در المیہ یہ ہے کہ ''کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا'' ان کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ ان کے ساتھ کتنی بڑی واردات ہوچکی ہے۔ تاریخ کی سب سے بڑی علمی خیانت کہ مسلمانوں کا علمی ورثہ اہل مغرب اپنی لائبریریوں میں لے گئے اور پھر اس ورثہ کو مغربی 'سکالرز' کے نام منسوب کردیا اور مسلمان، مغربی تعلیم یافتہ مسلمان یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ بھئی علم ہے تو اہل مغرب کے پاس۔ عروج ہے تو انہی کے پاس اور ترقی کرنی ہے تو انہی کے نصابِ تعلیم کو پڑھ کر ترقی ہوسکتی ہے۔ انہی کے نقشِ قدم پر چل کر ہوسکتی ہے۔ انہی کو مائی باپ بنا کر، ان کی غیر مشروط وفاداری کرکے ہی ترقی ہوسکتی ہے۔ ان کے ملحدانہ، سیکولر اور خدا بیزار تعلیم ہی کے ذریعے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اس سارے جاں گداز قصے کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا ماضی بہت درخشاں اور تابندہ رہا ہے۔ وہ علم و ادب اور صنعت وحرفت کے آسمان پر مہر تاباں بن کر چمکے اور بارہ سو سال تک اہلِ دنیا کو فیض پہنچاتے رہے۔ جب مغربی قوتوں نے طویل تاریک دور (Dark ages) گزارنے کے بعد انگڑائی لی تو مکروفریب کے ذریعے دنیا پر بالادستی قائم کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ چنانچہ دورِ جدید کی استعماری قوتیں دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کی غرض سے ابتدا ہی سے اس بات کے لئے کوشاں رہیں کہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے ان کے 'منبعِ علم وعرفان' یعنی قرآن کو کھرچنا ضروری ہے تاکہ وہ مکمل طور پر ہمارے تابع فرماں بن سکیں۔ ان کو اچھی

www.KitaboSunnat.com

طرح معلوم ہے کہ جب تک مسلمان اپنے قرآن کے مفہوم ومنشا سے واقف رہیں گے اور اس کے اَحکام سے آگاہ رہیں گے، اس وقت تک اسلامی روح ان کے اندر سے نہیں نکل سکتی اور وہ ہماری بالادستی کے راستے میں رکاوٹ بنے رہیں گے۔

دوسری بات جو اس سے اہم ہے کہ کتاب وسنت کے علوم سے آگاہ، پیغمبروں کے وارث 'علماءٔ اسلامی معاشرے میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ وہی اسلامی حکومت میں قاضی ومشیر ہوتے اور فقہ واجتہاد، فتاویٰ وغیرہ کی شکل میں مرتب و مدوّن کرتے ہیں۔ ان کا معاشرہ میں اتنا وزن ہے کہ وہ بادشاہ اور حکمران کو برسرعام خلافِ اسلام کام سے روک دیتے ہیں اور مسلمان حکمرانوں کو ان کے سامنے مجالِ انکار نہیں۔ یہ علما حکمرانوں کو اجتماعی معاملات میں اللہ و رسولؐ کے احکام سے روگردانی نہیں کرنے دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر استعماری قوت نے اپنے اپنے زیر اقتدار مسلم علاقہ میں اہتمام کیا کہ معاشرہ میں ان علما کی تحقیر ہو، عوام میں ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے اور لوگوں کو ان سے بدظن کیا جائے۔ اسی طرح اسلامی شعائر کی تضحیک کی جائے، ترقی اور ملازمت کو مغربی علوم کے ساتھ وابستہ کردیا جائے۔ ان کے لئے دینی مدارس کسی نہ کسی بہانے سے ختم کردیئے جائیں اور وہاں کے فارغ التحصیل لوگ بھوکے اور مارے مارے پھریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل کتاب وسنت کی تعلیم سے پھیر کر جدید سیکولر علوم کی طرف مائل کئے جاسکیں گے تاکہ وہ ہمارے صحیح غلام بن سکیں اور ہمارے مقاصد میں ہمارے ہم نوا بن جائیں۔ چنانچہ زیرنگیں مسلم علاقوں میں وسیع پروپیگنڈا کیا گیا کہ اصل علم جو آج کے دورِ جدید کا ساتھ دے سکتا ہے وہ 'سائنس اور ٹیکنالوجی' کا علم ہے۔ یہ آرٹس کے علوم تو بیکارِ محض ہیں، کیونکہ آج کے دور میں ان سے روزی روٹی کا بندوبست نہیں ہوسکتا۔ ملازمت تو صرف سکول کالج کے فارغ التحصیل کو ملے گی۔ دینی علوم سے وابستہ رہنے کو پسماندگی اور زوال کا سبب اور معاشرتی وعمرانی علوم کو فرسودہ اور بیکار روایات قرار دیا گیا کہ یہ دینی علوم کے ماہرین اور عربی و فارسی پڑھنے والے مولوی تو جاہل ہیں۔ یہ دو ٹکے کے مولوی دنیا کے معاملات کیا جانیں، یہ صرف لوٹے، مُصلّے اور مسجد تک ہی محدود ہیں۔ یہ صرف نمازیں، جنازے اور نکاح پڑھاتے رہیں۔ ان کا معاشرے میں بس اتنا ہی کردار ہے۔ دنیا کے معاملات کو سمجھنا ان کے بس کا روگ ہی نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مدارس سے فارغ التحصیل لوگوں کے مشاہرے اتنے قلیل کردیئے گئے کہ آج بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر مؤذن، خطیب اور دینی مدرسے کے اُستاد کی تنخواہ چند ہزار سے زیادہ نہیں ہے، یعنی انتہائی کم درجے کے ملازمین سے بھی کم۔

اگر کوئی شخص ادیب فاضل، منشی فاضل یا عربی فاضل کرلے تو یقیناً اس کی قابلیت ایم اے (اُردو، فارسی یا عربی) سے کم نہیں بلکہ ان سے زیادہ ہی ہوتی ہے مگر بُرا ہو اس تعصب کا کہ ہمارے ہاں رائج مغربی نظام تعلیم کے مطابق جب تک یونیورسٹی سے بی اے (انگریزی) اور ایک مزید مضمون کا امتحان نہیں دیا جاتا یا یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان پاس نہیں کیا جاتا، اس کا اجتماعی کیڈر میں مرتبہ ایم اے والوں سے کہیں کم ہوتا ہے۔ ایم اے والا تو گریڈ ۱۷ میں کام کرسکتا ہے مگر اَلسنہ شرقیہ کا امتحان پاس کرنے والا دورانِ ملازمت گریڈ ۱۴ سے آگے نہیں بڑھ سکتا جبکہ درسِ نظامی والے کو باقاعدہ میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے سب کچھ امتحان دینے پڑیں گے، وگرنہ وہ صرف کسی مسجد مدرسہ میں تین چار ہزار کا مشاہرہ پانے کا حق دار ہے۔

یہ آج کی بات نہیں، پاکستان کو بنے ساٹھ سال گزر چکے ہیں مگر دینی علوم کے حاملین اسی طرح نانِ جویں کے محتاج ہیں۔ وہی لارڈ میکالے والا سسٹم ہی چل رہا ہے اور کسی بھی صاحب اختیار کو اس طرف توجہ دینے کی توفیق نہیں ہوئی۔ پاکستان میں بننے والی قومی تعلیمی پالیسیوں میں کسی نے اس تضاد کو ختم کرنے کی سفارش نہیں کی۔

اس پر طرہ یہ کہ گذشتہ چند سالوں کی لگاتار مہم جوئی کے بعد مسلم معاشرے میں علما اور مدارس کے کردار کے بارے میں ایسے ایسے شبہات اور سوالات پیدا کردیے گئے ہیں، جس سے ان کے لئے معاشرے میں مؤثر کام کرنا مزید ناممکن ہوکر رہ گیا ہے، سب کو معلوم ہے کہ وزیرستان اور شمالی سرحدی علاقہ میں کس کے مفادات کی جنگ کس کے کہنے پر لڑی جارہی تھی، لیکن اس میں بلاوجہ علماء اور اسلامی شعائر کو بدنام کیا جارہا ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر موجودہ حکومت عدل وقانون سے وابستہ سینئر افراد کی تضحیک شعاری کا رویہ اپناتی ہے، تو ان کے لئے وکلاء کی ایک فوج ظفر موج میدان میں احتجاج اور جلسے جلوس کرنے کے لئے موجود ہے اور دنیا بھر کا نظام بھی ان عدالتی مناصب کے تحفظ کے لئے نہ صرف ان کو ایوارڈز سے نواز رہا ہے بلکہ اس سلسلے میں حکومت کے اقدامات کو ناقدانہ نظر سے دیکھتا ہے۔ جبکہ دینی علم اور اس سے وابستہ علما کے کردار پر اگر اپنے مذموم مقاصد کے تحت کیچڑ اچھالا جاتا ہے،

www.KitaboSunnat.com

عوام میں ان کے کردار پر سوالیہ نشان قائم کیا جاتا ہے تو ان علما کرام کے پاس اس عزت ومنصب کے سوا اور رہے ہی کیا۔ مالی منفعت اور دنیاوی جاہ کو پہلے ہی یہ لوگ قربان کرکے اس میدان میں آگے بڑھتے ہیں، الا ماشاءاللہ...... پھراس متاثر شدہ کردار کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے نہ تو میدان میں کوئی تحریک موجود ہے بلکہ عالمی ادارے تو پہلے ہی یہ چاہتے ہیں کہ دین اوراہل دین سے مسلمانوں کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوجائے ،تو دین اوراس سے وابستہ افراد کے مقام وکردار کوٹھیس پہنچنا ایک نا قابل تلافی نقصان ہے جس کا کوئی مداوا ممکن نہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ مغربی ممالک اپنے آپ کو سیکولر کہنے کے باوجود اپنے پادریوں کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ ان کو 'فادر' کہہ کر پکارا جاتا ہے، ان کو گرانقدر مشاہرے دیے جاتے ہیں۔ خود عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بے شمار فنڈ وقف کئے جاتے ہیں جبکہ مسلمان خود اپنے علما کا، جو انبیا کے وارث ہیں، اس طرح مذاق اڑاتے ہیں: ہائے بیچارے مولوی!

اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد (International Islamic University Islamabad) کے اعلیٰ تدریسی معیار کے باوجود پنجاب یونیورسٹی اس کی سند کو ہی تسلیم نہیں کرتی ، ایک ہی ملک کی دو سرکاری یونیورسٹیوں کی سندات میں اس قدر تفاوت صرف اسی بنیاد پر ہے کہ ایک یونیورسٹی علوم اسلامیہ کے نام پر قائم کی گئی ہے اور دوسری کو انگریز سامراج نے سیکولر علوم کو پروان چڑھانے کے لئے قائم کیا تھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلامی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل طلبہ وطالبات کو پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اورایم اے کے امتحان دینا پڑتے ہیں۔

واضح ہو کہ علما کے لئے لفظ 'مولانا' احترام کے طور پر بولا جاتا ہے، یعنی ہمارے سردار، دوست، قابل احترام۔ اسی طرح لفظ 'ملاّ' بھی بڑا قابل احترام لفظ ہے۔ جس سے مراد ہے 'علم سے بھرا ہوا' مثلاً ملاّ جامی، ملاّ علی قاری، ملاّ نظام الدین وغیرہ۔ مگر اب ان کو 'دو ٹکے کے مولوی'، 'ہائے بیچارہ مولوی' کہہ کر مذاق اڑایا جاتا ہے۔ خود مسلمان اپنے علماے کرام کو ذلیل وخوار کرنے میں اہل مغرب سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔

علماے کرام اور سیاست

مسلمانوں کا اصل علم تو وہی ہے جو کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ چنانچہ برصغیر میں رائج درسِ

www.KitaboSunnat.com

نظامی دوسوسال تک مسلمانوں کی ہر قسم کی ضرورت کو پورا کرتا رہا۔اس درسِ نظامی کا مرکز ومحور قرآن وسنت تھے۔وہ لوگوں کو ہر قسم کے مردانِ کار مہیا کرتا تھا۔جن میں سیاستدان، جج، سپہ سالار، فوجی، استاد، انجینئر، طبیب شامل تھے،غرضیکہ ان کی ہر نوع کی علمی ضرورت پوری کرتا تھا مگر انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں کو سیاست سے غیر مؤثر کردیا گیا کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے موقع پر علما نے بہت اہم اور بنیادی کردار ادا کیا تھا اور اس کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان کو مقبول بنانے اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے میں علماے کرام کا کردار بڑا اہم تھا۔ وہ اُمورِ سیاست چلانے میں کسی سے کم نہیں رہے۔مگر بُرا ہو اس سیکولر تعصب کا کہ پاکستانی سیاست سے ان دیندار علما کو دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک میں دینی اسناد کو شروع سے ہی متنازعہ قرار دیا گیا تھا۔مگر بڑا ظلم تو اس وقت ہوا جب پرویز مشرف حکومت نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کا انتخاب لڑنے کے لئے بی اے کی ڈگری لازمی قرار دے دی اور جن علما کے پاس یہ ڈگری نہیں تھی، ان کو نا اہل، ناخواندہ اور جاہلِ محض قرار دے دیا گیا۔ یہ سب کچھ دینی قوتوں کی کامیابی کو مسدود کرنے کیلئے کیا گیا۔

موجودہ الیکشن کمیشن نے واضح کردیا کہ الیکشن ۲۰۰۸ء میں دینی مدارس کی اسناد کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ لاہور ہائی کورٹ کے الیکشن ٹربیونل کے دو جج جسٹس محمد مزمل خاں اور جسٹس سردار محمد اسلم نے واضح کیا کہ ''گزشتہ الیکشن ۲۰۰۲ء میں دینی اسناد کو تسلیم کرلیا گیا تھا مگر یہ اسی الیکشن کے ساتھ مخصوص تھا۔اب صرف ایسے اُمیدوار انتخاب لڑنے کے اہل ہوں گے جنہوں نے دینی اسناد کے ساتھ بی اے میں انگریزی کا اور ساتھ ایک مزید مضمون کا سرکاری امتحان بھی پاس کیا ہو۔'' (رپورٹ روزنامہ 'پاکستان' مؤرخہ ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۷ء) یاد رہے کہ یہ فیصلہ سنانے والے دونوں ججوں کے ناموں میں لفظ 'محمد' موجود ہے اور یہ جج اس اسم مبارک کی یہ عزت افزائی کررہے ہیں۔

دینی علوم کو آج عوام نے بھی اپنی زندگی سے خارج کردیا ہے۔علما کو میڈیا سے بھی دیس نکالا مل چکا ہے۔ بچے سکول، اکیڈمیوں، ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل وغیرہ میں اتنے مصروف ہوچکے ہیں کہ پورے دن میں صرف آدھ گھنٹہ بھی اُنہیں قرآن ناظرہ تک پڑھنے کا وقت نہیں

www.KitaboSunnat.com

ملتا۔ اب گھروں میں قرآن پاک بہ آواز بلند پڑھنے کا رواج نہیں رہا۔ نہ وہ ماں باپ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتے ہیں، نہ خود ان کے پاس قرآن پڑھنے کا وقت ہوتا ہے۔ خود والدین اُن کو اتنا سخت ٹائم ٹیبل دے دیتے ہیں کہ اس کے اندر بچے کے لئے قرآنِ پاک پڑھنے کا وقت ہی نہیں ہوتا :

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صداے لا الہ الا اللہ

ہمارا میڈیا اور علما

ٹی وی، ریڈیو، اخبارات، رسائل یا تو سیاسی بیانات سے بھرے ہوتے ہیں یا پھر سپورٹس اور شوبز کی خبریں بڑی تفصیل سے دیتے ہیں۔ کسی عالم کی سوانح عمری، ان کے کارنامے اخبارات، رسائل اور میڈیا میں جگہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ان میں علما کا کہیں ذکرِ خیر نہیں ہوتا۔ کہیں ذکر آ بھی جائے تو وہ منفی انداز کا ہوتا ہے مثلاً سانحہ لال مسجد کے معاملے میں حکومت کی اپنی کیا کیا دھاندلیاں تھیں؟ اس کو میڈیا نے بہت کم اجاگر کیا۔ مگر غازی عبدالرشید اور مولانا عبدالعزیز کو مسلسل میڈیا ٹرائل میں رکھا گیا۔ سانحہ کے واقع ہونے سے پہلے سات ماہ تک حکومت اور لال مسجد کی انتظامیہ میں مسلسل کشیدگی رہی اور سب نے لال مسجد کی انتظامیہ کو مطعون کیا۔ کسی نے حکومت کی یہ کوتاہی اُجاگر نہ کی کہ مشرف حکومت بیرونی دباؤ پر اسلام آباد، دارالخلافہ کی سات مساجد (ایک، دو، نہیں بلکہ پوری سات) مسمار کر چکی ہے اور اب وہ آٹھویں مسجد یعنی لال مسجد کو بھی گرانا چاہتی ہے۔ تو لال مسجد کی انتظامیہ نے حکومت کی اس غلطی پر احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ وہ ان ساتوں مساجد کی تعمیر کرے، کہ مسجد تو اللہ کا گھر ہے اور مسجد کو توڑ کر اس جگہ کو کسی اور مصرف میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ پھر مولانا عبدالعزیز کے ساتھ خود حکومتی لوگوں کے رابطے اور خود ان کو کس طرح برقع میں باہر بلا کر ان کی میڈیا کے ذریعے توہین کی گئی۔

اس طرح علما کی تضحیک کا سلسلہ ہمارے معاشرے میں مسلسل جاری رہتا ہے۔ فلمیں، ڈرامے اور کہانیاں سب ایک ہی پیغام دیتے ہیں کہ دین اسلام کا نام نہ لو، وگرنہ تم دنیا بھر میں نکو بن جاؤ گے۔ فلم 'خدا کے لئے' اس کی تازہ ترین مثال ہے جس میں شعائرِ اسلام کا مذاق

www.KitaboSunnat.com

اُڑایا گیا، دین اسلام کو بدنام کیا گیا۔ خصوصاً موسیقی کو 'حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ' اور 'سنت رسولِ اکرم ﷺ' ثابت کرنے کی مضحکہ خیز کوشش کی گئی ہے۔

حیرت ہے کہ کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھے تو اُسے کوئی سننے کو تیار نہیں مگر وہی شخص گانا شروع کردے تو اس کو ٹی وی، ریڈیو والے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور پھر وہ چند دنوں میں اتنا ممتاز 'موسیقار' بن جاتا ہے کہ بقولِ بعض ''ان کے گلے میں بھگوان بولتا ہے۔'' عورت ہو تو وہ 'نورجہاں' کے لقب سے نوازی جاتی ہے۔ کوئی یہاں ہدایت کار ہے تو کوئی رنگ و نور کی دنیا کو آباد کررہا ہے۔ غور کیجئے لفظ 'ہدایتکار' اور 'نور' کے الفاظ پر کہ ان کی اصل کیا ہے اور یہ کس طرح غلط استعمال ہورہے ہیں؟ اسی طرح اعتدال پسند اور روشن دین 'اسلام' کو دہشت گردی اور تاریک خیالی کہا جارہا ہے جبکہ اپنی خود ساختہ لغو باتوں کو اسلام کے نام پر چسپاں کرکے 'روشن خیال اعتدال پسندی' گردانا جارہا ہے۔

ایک سٹیج پر ایک جید عالم ہو اور ساتھ ایک موسیقار ہو تو لوگ گویے اور بھانڈ کی طرف متوجہ ہوں گے اور عالم دین وہاں تنہا کھڑا رہ جائے گا۔ دیانتدار صحافی، نامور قانون دان، حاملانِ دین متین، ان کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے جبکہ ان ناچوں اور گویوں اور کھلاڑیوں کے ٹی وی، ریڈیو، رسائل و اخبارات میں لمبے لمبے تذکرے اور تبصرے موجود ہوتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس گلوکار کا گفتار و کردار لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے یا یہ برائی کو حاصل فطری اور فوری کشش کا نتیجہ ہے۔

نامی گرامی علماء فوت ہوتے ہیں تو اخبار میں صرف دو سطری خبر لگ جاتی ہے۔ کوئی کھلاڑی یا ناچنے والی فوت ہو تو سارے اخبارات کئی کئی دنوں تک اس کے نام کے ایڈیشن نکالتے رہتے ہیں اور ٹی وی ان کے 'ذکرِ خیر' کے لئے کئی دنوں تک وقف ہوجاتا ہے۔ اب ہماری قوم یعنی مسلمان اپنا یہ رجحان واضح کررہے ہیں کہ یہ موسیقار ہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ کلام کرتا ہے۔ ان کے گلے میں رام بولتا ہے۔ نورِ الٰہی انہی کے ذریعے سے دنیا میں پھیل رہا ہے۔ باقی رہے انبیا کرام و علماے کرام تو وہ ماضی کی داستانیں تھیں۔ اب وہ گزر گئے، آج کی رنگ و نور کی دنیا میں ان کا کیا کام۔ فاعتبروا یا أولي الأبصار!

افسوس! ہم میر کارواں تھے اب گردِ کارواں بن کر رہ گئے ہیں۔ جو پیغمبر ﷺ آلاتِ

www.KitaboSunnat.com

موسیقی توڑنے کے لئے بھیجا گیا تھا، اُمت اسی موسیقی کو 'روح کی غذا' قرار دے رہی ہے۔

موجودہ نصابات

ہمارے بچپن میں جب بچے کو پڑھایا جاتا تو 'الف' سے اللہ کے ساتھ تعلیم کا آغاز ہوتا۔ ابتدائی قاعدہ حمد، نعت اور اصلاحی اخلاقی کہانیوں پر مشتمل ہوتا۔ درمیان میں ایک دور آیا تو الف سے اَمرود، انار، آم وغیرہ پڑھائے جانے لگے (کہ بچے کی توجہ ابتدا سے کھانے پینے کی طرف ہی مائل رہے) اور آج کا دور آیا ہے کہ بچے کی تعلیم کا آغاز 'الف' سے امریکہ اور 'ب' سے بش ہونے لگا ہے اور نصاب میں بش (امریکہ کا صدر) کی تعریف پر مشتمل ایک انگریزی نظم بھی شامل کردی گئی ہے۔ پہلے صوفی تبسمؒ اور علامہ اقبالؒ کی خوبصورت نظمیں بچوں کو پڑھائی جاتی تھیں۔اب بے مغز انگریزی Songs ان کو رٹائے جاتے ہیں۔

پہلے ابتدائی قاعدے کے جملے ہوتے تھے: ''بچے نے سچ بولا۔''، ''ماں کا کہنا مانو۔'' اب سکھایا جاتا ہے: ''ماں گا رہی ہے، بچی ڈانس کررہی ہے۔''

پہلے بتایا جاتا تھا: ''پانی اللہ کی بڑی نعمت ہے، خود بھی استعمال کرو اور دوسروں کو بھی استعمال کرنے دو۔'' اب بتایا جاتا ہے کہ ورلڈ بینک کو جب تک منظور نہیں، ہم اپنے دریاؤں پر ڈیم نہیں بنا سکتے۔ اپنے عوام کو بجلی، گیس مہیا نہیں کرسکتے۔ امریکی دباؤ پر اسلامی نظریات اور ملّی تشخص کو اُجاگر کرنے والے مواد کو ہمارے تدریسی نصاب سے نکالا جارہا ہے۔موجودہ نصابات میں سے خلفاے راشدین اور مسلم مشاہیر کے ناموں اور کارناموں کو حذف کردیا گیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ہندو مسلم مشترکہ نصابات امریکی سرکردگی میں تیار کئے جارہے ہیں تاکہ راجہ داہر جیسا لٹیرا ہمارا 'قومی ہیرو' قرار پائے اور غزنوی، غوری، بابر جیسے لوگوں کو بیرونی حملہ آور اور ڈاکو لٹیرے قرار دیا جائے۔ ع آہ جاتی ہے فلک پر، رحم لانے کے لئے!

امریکہ پاکستان کے تعلیمی نظام میں زبردست مداخلت کررہا ہے۔ وہ پاکستان میں ہمارے تعلیمی نظام کو تلپٹ کرنے کے لئے آٹھ دس قسم کے پروگرام متعارف کروا رہا ہے۔ مثلاً:

① انٹرنیشنل وزیٹر لیڈر شپ پروگرام (ہر میدان کے دانشوروں کو امریکہ کا تین ہفتہ کا دورہ کروانا)

② کالج امپرومنٹ پروگرام (یعنی کالج طلبہ کے لئے امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک سال کا وظیفہ دینا)

www.KitaboSunnat.com

③ یوتھ ایکسچینج اینڈ سٹڈی پروگرام (سکول کے طلبہ و طالبات کو امریکہ میں ایک سال کی تعلیم دلانے کے لئے وظیفہ دینا وغیرہ

اور اس قسم کے بیسیوں پروگرام مقامی طور پر بھی اس نے شروع کئے ہیں۔ مقصد سب کا ایک ہے کہ یہ لوگ اپنے دین، تہذیب اور اقدار کو بھول کر انگریزی تہذیب اور روایات و اقدار کو اختیار کرلیں اور امریکی رنگ میں رنگے جائیں۔ ہمارے اپنے اربابِ بست و کشاد بھی پاکستان کے تعلیمی نظام کو ناقص اور دہشت گردی پر مبنی قرار دے رہے ہیں جبکہ آغاز خان تعلیمی بورڈ اور آکسفورڈ کی وکالت میں رطب اللسان ہیں۔

اب عصری تعلیمی اداروں کا حال سنئے: لاہور میں کم و بیش تین چوتھائی ادارے تو انگلش میڈیم ہیں۔ دین پسند طبقہ بھی نادانوں کی طرح اَولیول اور اے لیول کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ گویا دنیا میں اس کے علاوہ اور کوئی پڑھنے کے قابل چیز رہ ہی نہیں گئی۔ جتنے ادارے اہل درد غیروں کے عزائم کو بے نقاب کرنے کے لئے کھولتے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ چند سالوں بعد وہ بھی اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ خود برطانیہ میں اب اولیول اور اے لیول کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے اور وہاں اب مذہبی ادارے تیزی سے ان کی جگہ لے رہے ہیں۔ رہ گئے یہودی تو ان کے ہاں مذہبی تعلیم ابتدا ہی سے لازم ہے۔ جبکہ ہمارے یہاں یہ عالم ہے کہ کنیرڈ کالج کی عیسائی پرنسپل مس فیلبوس ابھی ہماری نگران وزیر تعلیم رہ کر گئی ہے اور ایف سی کالج اس وقت اسلام دشمن کاروائیوں کا بہت بڑا اڈہ بنا ہوا ہے۔ اس طرح پاکستان میں تعلیم اور نصابات کا تقریباً مکمل نظم ونسق غیروں کے ہاتھ میں ہے۔

تو پھر کہاں سے آئے صدائے لا الہ الا اللہ؟

میڈیا کے زیر اثر معاشرہ بھی مغربی روایات بڑی تیزی سے اپنا رہا ہے۔ اوپر سے حکومت تیزی سے ایسے اقدامات کررہی ہے کہ معاشرے سے دینی اثرات کو زائل کرسکے۔ مثلاً باجوڑ کے مدرسے کو تباہ کرنا، جامعہ حفصہ کی چار ہزار طالبات کو فاسفورس بھٹی میں جلا کر بھسم کردیا گیا اسی طرح بے شمار حافظِ قرآن طلبہ و طالبات اور دینی معلّمات کے کس طرح چیتھڑے اُڑا دیئے گئے۔ قرآن، کتب حدیث اور دینی کتب کے اوراق کی بہت زیادہ بے ادبی کی گئی کہ ان کے منتشر اوراق اب تک ندی نالوں میں رُل رہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

حدود قوانین اور تحفظِ نسواں ایکٹ

قرآن وسنت پر مبنی حدود قوانین مجریہ ۱۹۷۹ء جن کو ملکی وغیر ملکی جید علماء کرام نے پندرہ ماہ کی طویل محنت ِشاقہ کے بعد مرتب کیا تھا، کو ہمارا بے دین سیکولر طبقہ قبول نہ کرسکا۔ بالآخر ۲۰۰۶ء میں حکومت نے پارلیمنٹ میں شب خون مار کر اس کی جگہ نام نہاد 'تحفظِ نسواں ایکٹ' منظور کروا لیا جس کے بعد تعلیمی اداروں میں باقاعدہ ڈانس اور موسیقی کی کلاسیں شروع کردی گئیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ نے مزاحمت کی تو 'الحمرا آرٹس کونسل' میں یہ کلاسیں جاری کردی گئیں۔ ان کو 'پرفارمنگ آرٹس' کا نام دے کر باقاعدہ ایک اکیڈمی بھی قائم کی گئی۔ کراچی میں اس کا نام ہے 'نیشنل پرفارمنگ آرٹس اکیڈمی' جس میں تین تین سال کے ڈپلومہ کورس موسیقی اور تھیٹر میں الگ الگ کروائے جارہے ہیں، خود پرویز مشرف اس کے صدر ہیں۔ ان اقدامات سے روزنامہ 'نوائے وقت' کے مطابق پوش علاقوں میں مساج سنٹروں کے نام پر فحاشی کے اڈّے کھل چکے ہیں جن میں تین سے پانچ ہزار روپے تک فی گھنٹہ وصول کئے جاتے ہیں اور فلمیں بنا کر بلیک میل کرنے کے واقعات بھی ہوچکے ہیں۔ گاہکوں کے لئے شراب اور جنسی ادویات کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ شہریوں کا شدید احتجاج اور کارروائی کا مطالبہ!

(روزنامہ نوائے وقت: یکم فروری ۲۰۰۸ء)

مگر سزا کون دے؟ تحفظِ نسواں ایکٹ تو خود ان فحاشیوں کو تحفظ دے رہا ہے۔ جب کارواں کے دل سے احساسِ زیاں ہی ختم ہوجائے تو پھر یہی نتائج برآمد ہوں گے!!

دینی علوم اور دنیاوی علوم کا تقابل

دینی علوم تو مسلمانوں کو مقصدِ حیات سکھاتے ہیں۔ رضاے الٰہی کے حصول کے لئے بنی نوع انسان کی خدمت کرنا سکھاتے ہیں جبکہ دنیاوی علوم ذریعہ حیات ہیں۔ جب تک دنیاوی علوم دینی علوم کے تابع رہیں تو وہ دعوتِ دین کے لئے ایک بہت بڑی قوت ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں علوم مل کر مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بن جاتے ہیں جبکہ 'وحی کی روشنی سے محروم علم وتدبر' حسن اخلاق، آدمیت اور احترام آدمیت کا سبق نہیں دے سکتا۔ بلکہ وہ بنی نوع انسان کے حق میں بہت خطرناک ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ مادیت پرستی، لذت پرستی، خودغرضی اور ذاتی منافع کے حصول کا سبق دیتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے لاکھوں اپنے جیسے انسانوں کو تہ تیغ بھی کرنا پڑے تو کوئی بات نہیں بلکہ 'ہل من مزید' کی صدا بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ عملاً آج تمام غیر مسلم قوتیں وحی الٰہی کی روشنی سے محرومی کی بنا پر امریکہ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی لاشوں کے مینار تعمیر کرنے میں کوشاں ہیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنا وفادار غلام بنا سکیں اور مسلمان وحی الٰہی کی روشنی ہوتے ہوئے بھی غیروں کی نقالی کررہے ہیں، اس لئے وہ زبوں و خوار ہورہے ہیں۔ وہ بسنت، ویلنٹائن ڈے، میراتھن ریس اور دیگر ہندوانہ ومغربی تقریبات منانے میں مشغول ہیں۔

علمی نکتہ نظر سے تقابل

اگر خالص علمی نکتہ نظر سے علومِ دینیہ اور دنیاوی علوم کا تقابل کیا جائے تو دینی علوم فائق نظر آئیں گے، ان میں گہرائی اور گیرائی ہے جبکہ دنیاوی علوم میں کھوکھلا پن اور سطحی پن واضح ہے:

① قرآن پاک حفظ کرنا بڑا مشکل ہے خصوصاً اس لئے کہ زیر، زبر اعراب وغیرہ کی کوئی غلطی نہ ہو۔ اس کے مقابلے میں ایم اے کرنا آسان ہے۔ انجینئرنگ اور ڈاکٹری میں انسان سمجھ کر اُصول و قواعد کو یاد کرلیتا ہے اور پھر اپنے الفاظ میں لکھ لیتا ہے۔ مگر قرآنِ کریم میں ایک نقطہ کی کم بیشی کی بھی اجازت نہیں، من وعن اسی طرح یاد کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ قرآن کا حافظہ اللہ کے فضل و کرم اور قرآن کی برکت سے اتنا قوی ہوجاتا ہے کہ وہ عموماً عصری تعلیم میں ہر سطح پر دوسرے طالب علموں میں ممتاز رہتا ہے۔ علومِ دینیہ کے ماہر علوم عصریہ میں کبھی کورے نہیں رہے۔ امام رازی، امام غزالی، امام ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کی علمی گہرائی و گیرائی سے کس کو مجالِ انکار ہے۔ آج ابوالکلام آزاد، سید قطب شہید، ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر حمید اللہ رحمہم اللہ وغیرہ میں سے کس کے علم سے آپ انکار کرسکتے ہیں جن کی کتابیں آج دنیا کی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوکر دنیا کی اہم یونیورسٹیوں میں پڑھائی جارہی ہیں۔ علومِ دینیہ حاصل کرنے والے عام طلبہ بھی اُردو زبان خوشخطی، تحریر، تقریر وغیرہ میں عصری علوم حاصل کرنے والوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ جس کی ایک نمایاں مثال ۲۰۰۴ء میں ہونے والے حکومتی طلبہ کنونشن میں جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ایک طالب علم کی جنرل پرویز مشرف کے سامنے کنونشن ہال میں انگریزی اور عربی میں تقریر تھی جس سے متاثر ہوکر صدر پرویز مشرف نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ مدارس ایسے ہی طلبہ پیدا کریں۔''

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ۲۰۰۴ء میں فیڈرل بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اسلام آباد کے میٹرک کے امتحانات میں پہلی ۱۴ر پوزیشنیں 'ادارہ علومِ اسلامی، اسلام آباد' کے طلبہ نے حاصل کرکے ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ مگر بُرا ہو مدارس کے خلاف تعصب آلودرویہ کا، اس اہم کامیابی کے حصول پر نہ تو مدرسے پر کوئی ڈاکومینٹری فلم بنی۔ نہ کسی حکومتی ادارے نے خبرنشر کی۔ نہ ہی صحافیوں نے اس حیرت انگیز کارنامہ پر اس درسگاہ کا رُخ کیا۔

(ہفت روزہ 'ایشیا' ۲۱ر جولائی ۲۰۰۴ء صفحہ ۵۰)

اس مضمون کے مصنف ابوالغوث آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اگر آپ باریک بینی سے جائزہ لیں تو ملک کے تمام مدارس کے طلبہ نے عصری علوم میں بہت سی پوزیشنیں لی ہیں۔ مثلاً مدرسہ احیاء العلوم بہاولپور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس مدرسہ کا آرٹس گروپ، بہاولپور بورڈ سے میٹرک سے گولڈ میڈل حاصل کرچکا ہے۔ اس مرتبہ بھی دس طالب علم امتحان میں شامل ہوئے۔ ۱۰۰ فیصد نتائج کے ساتھ اے گریڈ میں کامیابی حاصل کی۔ کیونکہ ان طلبہ کے نزدیک 'علم برائے علم وعمل' کا حصول ہوتا ہے۔ وہ علم کو عبادت اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں جبکہ عصری علوم حاصل کرنے والے ڈگری برائے نوکری کے قائل ہوتے ہیں۔ ہاں وہ زبان بگاڑ کر، منہ سکیڑ کر، تفاخرانہ انداز میں انگریزی ضرور بول سکتے ہیں، بس یہی ان کی اہلیت ہے۔ سکول وکالج کے طلبہ مٹکنے اور تھرکنے میں مدارس کے طلبہ سے آگے ہوسکتے ہیں مگر علمی لحاظ سے وہ ان بوریانشینوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔'' (ایضاً)

یہ کوئی آج کی بات نہیں جب انگریز برصغیر میں آئے تھے تو اس وقت انہی مدارس کی بدولت ملک کی ۸۴ فیصد آبادی خواندہ تھی اور تمام ملک میں مدارس کا جال بچھا تھا۔ مسلمان، ہندو اور سکھ سب ان مدارس سے فیضیاب ہورہے تھے۔ تعلیم سب کے لئے اور مفت تھی نیز درسی کتب اور ضروری مصارف بھی ان کو انہی مدارس میں مہیا کئے جاتے۔ خود حکومت اور ملک بھر کے مخیرّ حضرات پڑھ کر نکلنے کے بعد ملک کے انتظامی اُمور سنبھالتے۔ سیاستدان بنتے، سپہ سالار بنتے، قاضی، انجینئر، جج، حکیم اور جلیل القدر استاد بنتے۔ ان مدارس کی کیفیت کے بارے میں جنرل سٹیمن کا یہ اعتراف تاریخ کا ریکارڈ ہے۔ وہ شاندار الفاظ میں ان مدارس کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ وہ اُنیسویں صدی کے آغاز کا تعلیمی نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

''دنیا میں شاید ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جس میں ہندوستانی مسلمانوں سے زیادہ تعلیم کا رواج ہو، ہر وہ شخص جسے تیس روپے ماہوار کی ملازمت حاصل ہے، عام طور پر اپنے بیٹے کو، کسی وزیراعلیٰ کے بیٹے کے برابر تعلیم دلواتا ہے، جو کچھ ہمارے لڑکے یونانی اور لاطینی زبانوں کی مدد سے سیکھتے ہیں یہاں ان کے نوجوان وہی باتیں عربی اور فارسی کی مدد سے سیکھ لیتے ہیں۔ سات سالہ مطالعہ نصاب کے بعد یہاں کا نوجوان علم کی ان شاخوں، گرائمر، بلاغت، منطق وغیرہ سے قریب قریب اتنا ہی واقف ہوجاتا ہے جتنا کہ آکسفورڈ کا کوئی تعلیم یافتہ نوجوان۔ یہ بھی سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا کے متعلق بڑی روانی سے گفتگو کرسکتا ہے۔'' ('ہندوپاکستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت' از پروفیسر سید محمد سلیم: صفحہ ۱۱۸،۱۱۹)

اسی طرح ولیم ہنٹر (Villiam Hunter) اپنی کتاب 'ہمارے ہندوستانی مسلمان' میں صفحہ ۱۴۵ پر لکھتا ہے:

''یہ حقیقت ہے کہ جب ملک ہمارے قبضے میں آیا تو مسلمان ایک ارفع اور اعلیٰ قوم تھے۔ دل ودماغ اور دست و بازو میں ہی اعلیٰ نہ تھے بلکہ سیاسی تنظیم اور عملی سیاست میں بھی برتر تھے۔''

(حوالہ مندرجہ بالا، صفحہ ۱۱۷)

حالیہ دور میں بھی وقتاً فوقتاً امریکی ٹیمیں بھی کچھ مدارس کا تحقیق تجزیہ کرتی رہتی ہیں اور اس کے بعد وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ یہ صرف تعلیم کے ہی ادارے ہیں جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس، انگریزی، ریاضی، کمپیوٹر جیسے جدید علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

جبکہ انگریزی نظامِ تعلیم نے ہمیں کوئی علمی شخصیت اور کوئی محبِّ وطن لیڈر نہیں دیا۔ چند ایک لوگ مثلاً سید امیر علی، علامہ اقبال، مولانا جوہر، بانی پاکستان محمد علی جناح کے سوا باقی سب اسی مرعوب زدہ ذہن کے ساتھ انگریزی کا حلیہ بگاڑتے نظر آتے ہیں۔ اُردو اُنہیں آتی نہیں اور ہر وقت اپنے دین اور اپنے ملک کی خرابیاں اور کوتاہیاں گنوانے میں ہی مصروف رہتے ہیں۔ آخر کار دیارِ غیر میں ہی جا لیتے ہیں۔

آج بلا شبہ مدارس کی تعلیم میں کچھ نقائص بھی ہیں جن کو مدارس کے منتظم خود بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان نقائص کو دور کرنے میں وہ کوشاں بھی ہیں۔ بہت سے مدارس انگریزی، سائنس اور کمپیوٹر کی تعلیم اپنے مدارس کے نصاب میں شامل کرچکے ہیں اور وہ اپنے طلبہ کو ساتھ ساتھ

www.KitaboSunnat.com

میٹرک، ایف اے اور بی اے کے امتحان بھی دلاتے رہتے ہیں۔ مگر جو مغرب کا پروپیگنڈا ہے کہ مدارس دہشت گرد پیدا کرتے ہیں، یہ صرف تعصب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے طلبہ میں دین اسلام سے اور اسلامی اقدار سے محبت سکھاتے ہیں۔ وہ ان کو اللہ و رسول ﷺ کا فرمانبردار بناتے ہیں۔

اللہ کے سوا کسی کے سامنے دبنے اور جھکنے سے روکتے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف ان کو سینہ سپر ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اپنا دفاع کرنا تو سب کا حق ہے۔ دنیا کی ہر قوم، ہر ملک حتیٰ کہ جانور حیوان سبھی اپنا دفاع کرتے ہیں۔ مگر غیر مسلم قوتیں مسلم دشمنی میں متحد ہو کر نعرہ لگاتی ہیں کہ ہمارے مطیع فرماں بن کر رہو، وگرنہ پتھر کے زمانے میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔ اصل میں یہ کمزوری دینی مدارس کی نہیں خود مسلمان حکمرانوں کی کمزوری ہے کہ وہ نظامِ کفر کے آگے اپنے اقتدار کی خاطر ڈھیر ہو چکے ہیں مگر سارا الزام دینی مدارس پر عائد کیا جارہا ہے۔ کیونکہ پچھلے پچاس برسوں سے صرف مسلمانوں کے اسلامی مدارس میں اضافہ ہو رہا ہے جبکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی ادارے اور چرچ ویران ہو رہے ہیں۔

شاعر اکبر الہ آبادی اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں:

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے، فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے؟ فقط سرکاری ہے
اک علم تو ہے بت بننے کا، اک علم ہے حق پر مٹنے کا
اس علم کی سب دیتے ہیں سنو، اس علم میں ماہر کون کرے؟

(کلیاتِ اکبر)

اور علامہ اقبالؒ نے کہا:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ

اور

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

www.KitaboSunnat.com

اور

شکایت ہے یا ربّ مجھے خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مغربی علوم کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ ان علوم کا تجزیہ کیا، اس کے صالح اجزا دریافت کئے اور پھر ایک جامع اسلامی فکر، جدید تعلیم یافتہ افراد کے سامنے پیش کرنے کی اچھی کوشش کی۔ وہ مغربی علوم کے مطالعے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جاہلیت کے زمانہ میں، میں نے بہت کچھ پڑھا ہے۔ قدیم و جدید فلسفہ، سائنس، معاشیات، سیاسیات پر بھی خاصی لائبریری دماغ میں اُتار چکا ہوں مگر جب آنکھ کھول کر قرآن کو پڑھا تو بخدا یوں محسوس ہوا کہ جو پڑھا تھا، سب ہیچ تھا، علم کی جڑ تو اب ہاتھ آئی ہے۔'' ('میری محسن کتابیں' از مولانا عمران خان، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۴۶ء بحوالہ مغربی زبانوں کے ماہر علماء از پروفیسر سید محمد سلیم، صفحہ ۱۲۷)

دینی مدارس کے خلاف حکومتی جبر

پاکستانی حکومت نے تمام غیر ملکی مسلمانوں کو جو دینداری اور تقویٰ میں بے مثال تھے، دہشت گرد قرار دے کر وطنِ عزیز سے باہر نکال دیا۔ اس کے ساتھ ہی دینی علوم کے طلبہ کو بھی دیس نکالا دے دیا گیا۔ ملک بھر کے مدارس سے تمام غیر ملکی طلبہ اور اساتذہ نکال دیئے گئے۔ حد تو یہ ہے کہ عالمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بھی سُونی ہوگئی کیونکہ وہاں سے بھی اکثر غیر ملکی جید اساتذہ اور شاگردوں کو ان کے ملکوں میں واپس بھیج دیا گیا۔ اور بھارت نے فوراً ہمارے ملک سے نکالے گئے طلبہ کو اپنے ہاں مدارس میں داخلہ دینے کی پیشکش کردی۔

افسوس! اسلام کے نام پر بنائے گئے ملک میں اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے مہمان طلبہ و اساتذہ کے ساتھ یہ سلوک! اور دوسری طرف سیکولر کہلانے والے بھارت ان تمام ممالک کے ساتھ اپنے سیاسی تعلقات کو مضبوط کرنے کی خاطر ان کو اپنے ہاں داخلہ دینے کی پیشکش کردی جبکہ پاکستانی حکومت دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی خاطر جہاد کرتے کرتے اپنے ہی ملک کے بیشتر حصوں میں ظلم و ستم کا بازار گرم کئے ہوئے ہے۔ پاکستانی فوج جس کا شعار، ایمان، تقویٰ اور جہاد ہوا کرتا تھا، اب سوات اور قبائلی علاقوں میں

www.KitaboSunnat.com

اپنے نیک صالح بھائی بندوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔قصور ان کا صرف یہ ہے کہ امریکہ، بھارت اوراسرائیل ان کو انتہا پسند اور دہشت گرد کہہ کر ان کے خلاف ایکشن لینے کی تلقین کررہے ہیں۔

ہماری تعلیم کا حشر

آج کل ہم امریکہ کی زبردست تعلیمی وتہذیبی یلغار کی زد میں ہیں۔ پاکستان کے مردِ مجاہد ڈاکٹرعبدالقدیرخاں کی توہین ورسوائی کہ اس نے پاکستان کو ایٹمی اسلحہ کیوں بنا کردیا؟، امریکہ کی زیرنگرانی بننے والا آغاخاں تعلیمی بورڈ وغیرہ؛ یہ سب چیزیں تعلیم کے میدان میں ہماری بے بسی کو ثابت کرتی ہیں۔ ڈاکٹرعبدالقدیر صاحب کا معاملہ دیکھ کرکون سائنس کے میدان میں آگے بڑھے گا۔ رہ گیا آغاخاں تعلیمی بورڈ تو اس کا کام صرف ہماری دینی بنیادوں کومسمار کرنا اور ہند وپاک کا مشترکہ نصاب تیار کرنا ہے تاکہ ہم ہندوؤں کے ماتحت بن کر جینا سیکھ جائیں۔اس غرض کے لئے کہیں کنونشن منعقد کرکے افکارِ اقبال سے روشن خیالی کشید کی جارہی ہے اور کہیں راجہ راہر کی ۱۳۳۵ ویں برسی منائی جارہی ہے۔ بڑی عزت واحترام سے یہ برسی مناتے ہوئے جسقم (جیے سندھ) کے راہنماؤں نے کہا کہ دس رمضان سندھ کی غلامی اور راجہ داہر کی شہادت کا دن ہے۔ برسی کی تقریب میں لاڑکانہ کے سیاسی لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔'' (ماہنامہ 'چمن بتول': شمارہ نومبر ۲۰۰۶)

یہ ہے دن دیہاڑے ڈاکہ کہ راجہ داہر شہید ہے جبکہ فاتح سندھ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کردیا گیا۔ یہ غلط تعلیم تو اب پاکستان کے وجود کو ہی چیلنج کررہی ہے کہ پاکستان بنانے کی آخرضرورت ہی کیا تھی؟ دوسری طرف حال یہ ہے کہ ''برطانیہ کے پیٹن کالج کے نصاب میں اسلامی تعلیمات شامل کردی گئی ہیں۔اس کا مقصد اسلام کوبہتر طور پر سمجھنا ہے۔''

اسی طرح چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ بشپ آرکنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز نے کہا ہے کہ ''برطانیہ میں اسلامی شریعت کے قانون کو اپنائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ لازمی ہے اس سے معاشرے میں معاشرتی ہم آہنگی قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ اسلامی شرعی قوانین جمہوری اقدار کے منافی نہیں ہیں۔'' (رپورٹ روزنامہ نوائے وقت، مورخہ ۸ فروری ۲۰۰۸ء)

www.KitaboSunnat.com

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ڈاکٹر ولیمز کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح برطانیہ میں یہودیوں کے مسائل کے لئے الگ عدالتیں قائم ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی اپنے مسائل اپنے شرعی قوانین کے تحت حل کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ قوانین ہماری جمہوری اقدار کے منافی نہیں ہیں۔'' جبکہ مسلمان حکمران خود غیروں کے دباؤ پر اسلامی قوانین کو وحشیانہ اور فرسودہ قرار دے رہے ہی۔ فیا للعجب !

حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز اپنے نظریہ کی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے، جس چیز کا نظریہ ختم ہوجائے وہ اپنی موت آپ مرجاتی ہے۔ مثلاً خوشبو اُڑ جائے تو پھول بے معنی ہے۔ روح نکل جائے تو جسم بے کار ڈھانچہ ہے، نقشہ ختم ہوجائے تو تعمیر بے معنی اور محض تکلف ہے۔ مفہوم نکل جائے تو عبارت محض منتشر الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے۔ اگر سورج بے حرارت اور چاند بے نور ہوجائے تو کائنات قیامت کا منظر پیش کرنے لگتی ہے۔ بعینہٖ زندگی اور نظریۂ زندگی کا معاملہ ہے۔ اسی طرح پاکستان اور نظریۂ پاکستان کا معاملہ ہے۔ دونوں آپس میں اس قدر لازم وملزوم ہیں کہ جدا نہیں کئے جاسکتے۔ گویا پاکستان اور نظریۂ پاکستان اس طرح آپس میں جڑے ہوئے ہیں کہ نظریۂ پاکستان کی پاسداری اور حفاظت ہی پاکستان اور اہل پاکستان کو تحفظ، بقا اور استحکام دے سکتی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ

① آئین پاکستان کی دفعہ ۳۱ کی رُو سے ریاست اپنا فرض پورا کرے اور بچوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ایسی تعلیم دے کہ وہ بڑے ہوکر مملکتِ خداداد کے نہ صرف مفید شہری بنیں بلکہ وہ مکمل مسلمان بھی ہوں تاکہ دل جمعی سے ملّی اور ملکی تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔

② دستورِ پاکستان کی دفعہ نمبر ۳۷ کی رو سے ثانوی تعلیم کی حد تک بچوں کو مفت تعلیم دے، اور ساتھ ان کو تمام تعلیمی سہولتیں بھی مہیا کرے۔

③ نظامِ تعلیم کو پاکستان کے بنیادی نظریہ کے مطابق ڈھالا جائے اور اسے قومی وملّی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

④ نصابِ تعلیم کو سیکولر بنانے کی سازش ختم کی جائے اور تمام نصابی کتب کو اسلامی اور نظریہ پاکستان کے مطابق ڈھالا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

⑤ پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم، یکساں نصابِ تعلیم اور یکساں ذریعہ تعلیم نافذ کیا جائے۔

⑥ عربی زبان کی تدریس کو لازمی کیا جائے۔ اسلامی تاریخ، بی اے کی لازمی اسلامیات اور لازمی مطالعہ پاکستان کو برقرار رکھا جائے۔

⑦ اُستاد کے احترام و وقار کو بحال کیا جائے اور اسے معقول مشاہرہ دیا جائے۔

⑧ آبادی کے تناسب سے خواتین کی جامعات میں اضافہ کیا جائے اور وطن عزیز میں مخلوط تعلیم کا سلسلہ بند کیا جائے۔ خواتین کے لئے حجاب اوڑھنا لازمی قرار دیا جائے۔

⑨ طلبہ و طالبات کی یونیفارم کو شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

حرفِ آخر

ہر اسلامی حکومت کا شریعت کی طرف سے یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ہاں ''دعوت وارشاد'' کا محکمہ قائم کرے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور اسلام کا پیغام پوری دنیا تک پہنچائے۔ اسلامی حکومتوں کی اس کوتاہی کو یہ دینی مدارس پورا کررہے ہیں۔ یہ علماء اور دینی مدارس کے لوگ قوم سے کسی گرانٹ کے طالب بھی نہیں ہیں۔ یہ اپنے بل بوتے پر روکھی سوکھی کھا کر دین اسلام کی اشاعت اور فروغ خیر کے مبارک مشن میں مصروف ہیں۔ ان کو اس حال میں (اگر ان کے ساتھ تعاون نہیں کرسکتے تو) کام کرنے دیں اور ان کے کام میں کوئی مداخلت نہ کریں۔ اگر خدانخواستہ یہ مدارس ختم ہوگئے یا حکومت کے حسبِ منشا اپنے نصابات میں ردّوبدل کرنے لگے تو پھر وہ بھی مغرب سے مرعوب ہوکر اپنا کردار کھو بیٹھیں گے۔ پھر نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والا اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا کوئی نہ بچے گا۔ ایسی شکل میں اللہ کا ایسا عام عذاب آئے گا جس میں ہر نیک و بد بہتا ہوگا، نہ سرداریاں بچیں گی، نہ صدارتیں اور نہ یہ بادشاہیاں۔ مال و دولت بچے گا اور نہ ہی جانیں!

تو اس عبرتناک انجام سے بہتر نہیں کہ ہم ہوش کے ناخن لیں۔ اپنے دین اسلام کی طرف صدقِ دل سے رجوع کریں۔ مغربی حکمرانوں کی فانی چمک دمک کو چھوڑ کر اللہ و رسول ﷺ کے مطیع فرمان بن کر دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح حاصل کرلیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے!

www.KitaboSunnat.com

تذکرۂ صحابہ کرام

عمر فاروق سعیدی

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کا قبولِ اسلام

صلح حدیبیہ میں ان پر ایک طعن آمیز جملے کا پس منظر

مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک ثقفی آپ کا نامِ نامی تھا۔ طائف میں قبیلۂ بنی ثقیف کے جلیل القدر فرزند تھے اور غزوۂ خندق کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بڑے دانا، زیرک، معاملہ فہم، ذہین اور ہوشیار طبیعت کے مالک تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور آپؐ کے قرب سے بہت فیض پایا۔ صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ طائف کا بت گرانے کے لیے بھیجی جانے والی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ جنگِ یمامہ، یرموک اور قادسیہ میں شریک ہوئے اور بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ فارسیوں کے قائد رستم سے گفتگو کے لئے حضرت سعد بن وقاصؓ نے ان ہی کو منتخب فرمایا تھا۔ ان کی زندگی کے حالات بڑے دلچسپ ہیں اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ امام ذہبیؒ نے علامہ واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے دین کفر پر ڈٹے ہوئے تھے۔ ہمارے لوگ لات بُت کے مجاور تھے۔ اسلام اور مسلمان دھیرے دھیرے اپنا دائرہ وسیع کررہے تھے مگر میں اسلام کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ میرا عزم تھا کہ اگر میری قوم مسلمان ہو بھی گئی تو میں کسی طرح مسلمان نہیں ہوں گا۔ ان حالات میں ہمارے قریبی خاندان بنو مالک کے چند لوگوں نے خیر سگالی کے طور پر مصر کے بادشاہ مقوقس کے ہاں جانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا عزم کرلیا۔ بادشاہ کے لئے عمدہ عمدہ تحائف جمع کئے گئے۔ میں نے اپنے چچا عروہ بن مسعود سے مشورہ کیا تو اُس نے میری تائید نہیں کی اور کہا کہ اس وفد میں تمہارے گھرانے کا کوئی فرد شریک نہیں ہے، اس لئے تمہارا جانا بھی مناسب نہیں ہے۔ مگر میں نے اس کا یہ مشورہ قبول نہ کیا اور سفر کی تیاری کرلی۔ اس وفد میں میرے علاوہ ہمارے قبیلے کی

www.KitaboSunnat.com

شاخ بنو مالک کے لوگ بھی تھے۔ [خیال رہے کہ یہ عروہ بن مسعود وہی ہے جو صلح حدیبیہ میں اہل مکہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس نمائندہ بن کر آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تھی۔]

کہتے ہیں کہ الغرض ہمارا یہ وفد روانہ ہو گیا اور اسکندریہ جا پہنچا اور اتفاق سے شاہِ مصر مقوقس بھی اس موقع پر ساحلِ سمندر پر اپنی ایک مجلس برپا کئے ہوئے تھا۔ میں ایک کشتی پر سوار ہو کر ان لوگوں کے سامنے جا پہنچا۔ مقوقس نے مجھے دیکھا اور اجنبی محسوس کیا تو معلوم کروایا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے اپنا تعارف اور اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اُس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو گرجا گھر میں ٹھہرایا جائے اور خاطر تواضع کی جائے۔

پھر ہمیں باریابی کا موقعہ دیا اور ملاقات کے لئے بلایا گیا۔ ہمارے وفد کا سردار بنو مالک میں سے تھا۔ بادشاہ نے سردار کو اپنے پاس بٹھایا اور ہمارے متعلق بھی معلومات حاصل کیں، کہ آیا یہ لوگ تمہارے قبیلہ بنی مالک ہی سے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں میرے ہی قبیلے کے ہیں سوائے اس مغیرہ بن شعبہ کے۔ چنانچہ مجھے اس موقع پر کوئی اہمیت نہ ملی۔ بادشاہ اپنے تحائف پا کر بہت خوش ہوا اور پھر اس نے بھی بدلے میں ان لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا، مگر مجھے بہت معمولی تحفہ دیا گیا۔ ہم دربار سے نکلے تو سب لوگ بہت خوش تھے اور پھر وہ اس علاقے سے اپنے اہل و عیال کے لئے تحفے تحائف خریدنے لگے اور ان میں سے کسی نے میری کوئی دل داری نہ کی اور مجھے کچھ نہ دیا۔

بالآخر ہماری واپسی شروع ہوئی۔ ان لوگوں نے اپنے مال میں شراب بھی خریدی تھی جو وہ راستے میں پیتے پلاتے رہے۔ مگر میں اپنے دل میں بڑے پیچ و تاب کھاتا تھا، اور آنے والی صورتِ حال سے کسی طرح بھی مطمئن نہ تھا کہ یہ لوگ قبیلے میں جا کر اپنی بڑائی کا اظہار کریں گے کہ ہمارا اس طرح اِکرام ہوا اور یہ یہ انعام واعزاز ملا اور ان کے مقابلے میں میری ناقدری ہوگی۔ چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ ان کا کام ہی تمام کر دوں گا۔ پھر ایک منزل پر پڑاؤ ہوا، سب لوگ کھانے پینے کے بعد شراب پینے کی تیاری کرنے لگے تو میں نے ظاہر کیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں اور بیمار ہوں۔ سر میں درد کا بہانہ بنا کر میں نے اپنے سر پر سخت کر کے کپڑا لپیٹ لیا اور کہا کہ میں شراب نہیں پیئوں گا، البتہ تمہیں پلاتا ہوں۔ پھر میں اُنہیں

www.KitaboSunnat.com

شراب پلانے لگا اور اس میں کوئی پانی وغیرہ نہ ملایا بلکہ خالص شراب پلائی۔ میں پیالے پر پیالہ اُنڈیلنے لگا۔ وہ پیتے جاتے اور بے سدھ سوتے جاتے تھے۔ اُنہیں جب کوئی ہوش نہ رہی تو میں اُٹھا اور ان سب کو قتل کر دیا اور جو اُن کے پاس تھا، سب سمیٹ لیا۔

پھر اپنے وطن جانے کی بجائے مدینہ منورہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ مسجد میں ہیں اور میرا لباس مسافرانہ تھا۔ میں نے آپ کو اسلام کا سلام پیش کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تعریف اس اللہ کی جس نے تجھے راہِ ہدایت سجھائی۔ ابوبکرؓ نے پوچھا: کیا تم مصر سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اُنہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھی بنی مالک والوں کا کیا ہوا؟☆ میں نے بتایا کہ میں نے ان سب کو قتل کر دیا ہے، اور ان کا مالِ متاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تاکہ آپ اس میں سے خُمس لے لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اسلام ہم قبول کرتے ہیں، مگر ان کے مالوں میں سے میں کچھ نہ لوں گا، یہ سراسر دھوکہ ہے اور دھوکے میں کوئی خیر نہیں ہوسکتی۔''

مغیرہؓ کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے قریب و دور کے ہر طرح کے غم و افسوس نے آ لیا۔ تب میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اُنہیں اس حالت میں قتل کیا ہے جب کہ میں اپنی قوم کے دینِ کفر پر تھا، اس کے بعد ہی میں اسلام لایا ہوں اور ابھی آپؐ کے پاس حاضر ہو رہا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا: «فإن الإسلام يهدم ما كان قبله»

''بلاشبہ اسلام، جو کچھ پہلے ہوچکا ہوا سے ختم کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:۱۲۱)

یہ لوگ جنہیں اس نے قتل کیا، تعداد میں تیرہ افراد تھے۔ پھر ان کی خبر اہل طائف میں ان کی قوم کو بھی پہنچ گئی۔ مقتولین کے ورثا مغیرہؓ کے قبیلے پر چڑھ دوڑے، قتل وقتال ہونے کو تھا کہ ان کے چچا عروہ بن مسعود نے ان کی دیت اپنے ذمے لے لی، اس طرح یہ جنگ ٹلی اور صلح ہوسکی۔

یہی وہ واقعہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر صلح کی گفتگو میں جب عروہ رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کر رہا تھا، اور اس دوران آپ کو ملائمت پر آمادہ کرنے کے لئے دستورِ عرب کے مطابق آپ علیہ السلام کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو مغیرہؓ جو اس وقت رسول اللہ ﷺ

☆ معلوم ہوا کہ مسلمان اردگرد کی خبروں اور حالات سے بخوبی آگاہ اور چوکنے رہتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com

کے سر پر خود پہنے مسلح کھڑے تھے، اور چہرہ ڈھانپا ہوا تھا تو مغیرہ نے اس سے کہا تھا: پرے کر اپنا یہ ہاتھ، کہیں یہ تیری طرف واپس ہی نہ جائے۔ اور اپنی تلوار کے دستے کا اسے ٹھوکا بھی لگایا۔ تو عروہ نے پوچھا: محمد ﷺ! یہ کون ہے؟ بڑا بدخلق اور سخت مزاج ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تیرا چچا زاد ہی تو ہے، مغیرہ بن شعبہ۔ تب اس نے کہا:

''أي غُدر! ألستُ أسعٰى في غدرتك'' (صحیح بخاری:۲۷۳۴)

''اے دھوکے باز! کیا میں اب تک تیرے دھوکے کے سلسلے میں کوشش نہیں کرتا رہا ہوں۔''

اور مسند احمد کے الفاظ ہیں: ''أي عدو الله! ما غسلتُ عني سوء تك إلا بالأمس'' ''اے اللہ کے دشمن! تیری گندگی میں نے اپنے آپ سے کل ہی دھوئی ہے۔''

(تاریخ الاسلام از امام ذہبی: جلد۴/ص ۱۱۸ و مابعد)

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے بڑے عجیب ہیں کہ یہ مغیرہ حالتِ کفر میں اتنے ہٹ دھرم کہ کسی طرح اسلام قبول کرنے کے لئے راضی ہی نہیں ہورہے تھے۔ مگر مزاج کی انفرادیت اور حالات نے اُنہیں دربارِ رسالت میں پہنچا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رضی اللہ عنہم ورضواعنہٗ کی خلعتِ فاخرہ سے بہرہ ور فرما دیا۔

- یہی وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد «لا إله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير ، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد» پڑھا کرتے تھے۔
- جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث کے بھی یہی راوی ہیں۔
- فتح قادسیہ میں ایرانیوں کے سپہ سالار رستم سے گفتگو کرنے کے لئے اُنہیں ہی بھیجا گیا تھا اور پھر اُنہوں نے بڑی جرأت مندانہ گفتگو کی تھی۔
- اور یہی وہ صحابی ہیں جن کی مونچھیں قدرے بڑھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے مسواک کے ساتھ برابر کرکے زائد کاٹ دی تھیں۔
- مسند احمد میں ان سے تقریباً ۱۱۸/احادیث روایت کی گئی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مراسلہ

محمد سرور

قرآنِ کریم کی کل آیات کی صحیح تعداد

محترم جناب حافظ حسن مدنی صاحب مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

براہِ مہربانی میرا یہ مراسلہ اپنے موقر جریدے میں شائع فرما کر شکرگزار فرمائیں:

جیسا کہ تاج کمپنی لمیٹڈ، دارالسلام اور شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس وغیرہ کے نسخوں کے مطابق سورت وار تعداد آیات کے مندرجہ ذیل چارٹ سے واضح ہے، قرآنِ کریم کی کل آیات کی صحیح تعداد ۶۲۳۶ ہے۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، دارالسلام اور شاہ فہد قرآنِ کریم پرنٹنگ کمپلیکس وغیرہ کے نسخوں کے مطابق سورت وار تعداد آیات اور کل تعداد آیات کا چارٹ:

نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	آیات
① الفاتحہ	۷	⑪ ہود	۱۲۳	㉑ الانبیاء	۱۱۲	㉛ لقمان	۳۴
② البقرہ	۲۸۶	⑫ یوسف	۱۱۱	㉒ الحج	۷۸	㉜ السجدہ	۳۰
③ آل عمران	۲۰۰	⑬ الرعد	۴۳	㉓ المؤمنون	۱۱۸	㉝ الاحزاب	۷۳
④ النساء	۱۷۶	⑭ ابراہیم	۵۲	㉔ النور	۶۴	㉞ سبا	۵۴
⑤ المائدہ	۱۲۰	⑮ الحجر	۹۹	㉕ الفرقان	۷۷	㉟ فاطر	۴۵
⑥ الانعام	۱۶۵	⑯ النحل	۱۲۸	㉖ الشعراء	۲۲۷	㊱ یٰسین	۸۳
⑦ الاعراف	۲۰۶	⑰ بنی اسرائیل	۱۱۱	㉗ النمل	۹۳	㊲ الصافات	۱۸۲
⑧ الانفال	۷۵	⑱ الکہف	۱۱۰	㉘ القصص	۸۸	㊳ صٓ	۸۸
⑨ التوبہ	۱۲۹	⑲ مریم	۹۸	㉙ العنکبوت	۶۹	㊴ الزمر	۷۵
⑩ یونس	۱۰۹	⑳ طٰہٰ	۱۳۵	㉚ الروم	۶۰	㊵ المؤمن	۸۵

www.KitaboSunnat.com

نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	آیات	نمبر سورۃ	یات
۴۱ حم سجدہ	۵۴	۶۱ الصّف	۱۴	۸۱ التکویر	۲۹	۹۸ البینہ	۸
۴۲ الشوریٰ	۵۳	۶۲ الجمعہ	۱۱	۸۲ الانفطار	۱۹	۹۹ الزلزال	۸
۴۳ الزخرف	۸۹	۶۳ المنافقون	۱۱	۸۳ المطفّفین	۳۶	۱۰۰ العادیات	۱۱
۴۴ الدخان	۵۹	۶۴ التغابن	۱۸	۸۴ الانشقاق	۲۵	۱۰۱ القارعۃ	۱۱
۴۵ الجاثیہ	۳۷	۶۵ الطلاق	۱۲	۸۵ البروج	۲۲	۱۰۲ التکاثر	۸
۴۶ الاحقاف	۳۵	۶۶ التحریم	۱۲	۸۶ الطارق	۱۷	۱۰۳ العصر	۳
۴۷ محمدؐ	۳۸	۶۷ الملک	۳۰	۸۷ الاعلیٰ	۱۹	۱۰۴ الھمزۃ	۹
۴۸ الفتح	۲۹	۶۸ القلم	۵۲	۸۸ الغاشیہ	۲۶	۱۰۵ الفیل	۵
۴۹ الحجرات	۱۸	۶۹ الحاقہ	۵۲	۸۹ الفجر	۳۰	۱۰۶ قریش	۴
۵۰ ق	۴۵	۷۰ المعارج	۴۴	۹۰ البلد	۲۰	۱۰۷ الماعون	۷
۵۱ الذاریات	۶۰	۷۱ نوح	۲۸	۹۱ الشمس	۱۵	۱۰۸ الکوثر	۳
۵۲ الطّور	۴۹	۷۲ الجن	۲۸	۹۲ اللیل	۱۵۲۱	۱۰۹ اکافرون	۶
۵۳ النجم	۶۲	۷۳ المزمل	۲۰	۹۳ الضحیٰ	۱۱	۱۱۰ النصر	۳
۵۴ القمر	۵۵	۷۴ المدثر	۵۶	۹۴ الم نشرح	۸	۱۱۱ تبت	۵
۵۵ الرحمٰن	۷۸	۷۵ القیامہ	۴۰	۹۵ التین	۸	۱۱۲ الاخلاص	۴
۵۶ الواقعہ	۹۶	۷۶ الدھر	۳۱	۹۶ العلق	۱۹	۱۱۳ الفلق	۵
۵۷ الحدید	۲۲	۷۷ المرسلات	۵۰	۹۷ القدر	۵	۱۱۴ الناس	۶
۵۸ المجادلہ	۲۲	۷۸ النباء	۴۰				
۵۹ الحشر	۲۴	۷۹ النازعات	۴۶				
۶۰ الممتحنہ	۱۳	۸۰ عبس	۴۲				

ترسیل محدث کے سلسلے میں اطلاع وشکایت
کے لئے درج ذیل موبائل پر رابطہ کریں
0333-4244434
مضامین کے بارے میں مدیر 'محدث' سے رابطہ کریں

LRL No.
Vol. 40 NO. 6
Monthly **MUHADDIS** Lahore
5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے —— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700